"اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر مستند جامع
تحقیقی دستاویز جس کے ذریعے متلاشیان حق کو نشان منزل
پانے میں آسانی ہوگی۔"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اور عقائد و معمولات اہلسنت



خلیفہ مفسر اعظم پاکستان
علامہ مفتی اعجاز احمد قادری اویسی

" اہلسنت وجماعت کے عقائد ومعمولات پر مستند وجامع تحقیقی دستاویز
جس کے ذریعے متلاشیانِ حق کو نشانِ منزل پانے میں آسانی ہوگی "

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اورعقائد ومعمولات اہلسنّت

﴿تالیف﴾

خلیفہ مفسر اعظم پاکستان

علامہ مفتی اعجاز احمد قادری اویسی

مکتبہ غوثیہ، کراچی

طباعتی تفصیلات

نام کتاب	۞	شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عقائد و معمولات اہلسنت
تالیف	۞	علامہ مفتی اعجاز احمد قادری مدظلہ العالی
نظر ثانی	۞	علامہ ڈاکٹر حبیب الرحمٰن مدظلہ العالی
کمپوزنگ	۞	علامہ امجد اسلام امجدی / علامہ فضل احد قادری
اشاعت اوّل	۞	جنوری 2013ء: بمطابق صفر المظفر ۱۴۳۴ھ
صفحات	۞	۱۵۵
باہتمام	۞	مولانا محمد قاسم جلالی، حافظ محمد جمیل قادری، محمد نواز تنولی

بسم الله الرحمن الرحيم

﴿شرف انتساب﴾

سرزمین پنجاب میں علوم وفنون اِسلامیہ کی شمع روشن کرنے والی
شخصیت کے نام
جن کا فیضان آج بھی خورشید دبستانِ علمی ہے
یعنی
شیخ الاسلام، قدوۃ الانام، مرجع العلماء، جامع المعقول
فقیہ العصر، الامام الکبیر، استاذ الجن والانس
محمد عبد الحکیم سیالکوٹی، متوفی ۱۰۹۷ھ

اہل شعور کے لیے اِن کی تصانیف منارۂ نور ہیں
اِن کی تحریریں میری اکثر علمی مشکلات کا شافی حل عطا کر دیتی ہیں۔

﴿طالب نگاہ وکرم﴾
یک از گدائے درگاہ سیدنا امام العاشقین اُویس قرنی رضی اللہ عنہ
ابو محمد اعجاز احمد القادری الاویسی
غفرلہ ولوالدیہ

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور محبوب کریم ﷺ کی نگاہ عنایت سے مکتبہ غوثیہ اہلسنت کا ایک ممتاز دینی و اشاعتی ادارہ ہے جو مختلف گوناں گوں مسائل سے دوچار ہونے کے باوجود مسلک حق اہلسنت و جماعت کے نظریاتی اقدار کے تحفظ کے لیے تن تنہا شبانہ روز مصروف عمل ہے جس کا عملی نمونہ اب تک قریباً ڈیڑھ سو کتب و رسائل کی صورت میں اہل محبت کی آنکھوں کی زینت بن چکا ہے اور کتاب ہذا بھی اسی سلسلہ محبت اور عزم کامل کی عکاسی کرتی ہوئی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب میں اہلسنت و جماعت کے مشہور عقائد و معمولات کو ہندوستان کی عظیم الشان و جلیل البرہان ہستی شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی عبارات کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے جس سے معترضین کو راہِ ہدایت کے تعین میں بہت حد تک معاونت مل سکتی ہے، شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ وہ عظیم شخصیت ہیں جن کے سلسلہ علمی میں معترضین کے اکابر بھی خود کو صد فخر شامل کرتے ہیں کیونکہ حضرت شیخ بلاشبہ وہ نعمت ہے جنہوں نے پورے ہندوستان میں سب سے پہلے علم حدیث کی شمع روشن کی پھر انہی کے جلائے ہوئے دیپوں سے آگے شاہ عبدالرحیم دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جیسے یگانہ روزگار افراد صفحات تاریخ کی رونق بنے اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ وللہ الحمد۔

اسی لئے فاضل جلیل خلیفہ مفسر اعظم پاکستان مفتی اعجاز احمد قادری اویسی نے شب و روز کے حاصل مطالعہ کے بعد اس کتاب کو مرتب کیا تا کہ اہلسنت و جماعت کے وہ عقائد و معمولات جو مخالفین و معترضین کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں ان کی تائید میں حضرت شیخ کے کثیر حوالہ جات پیش کر کے معاندین کا ناطقہ بند کیا جائے اور عوام الناس کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ اہلسنت و جماعت کے عقائد و معمولات وہی ہیں جو صدیوں سے علمائے کرام و صوفیائے عظام کے رہے ہیں البتہ مخالفین کے خود ساختہ عقائد کی تاریخ صرف چند دہائیوں پر ہی محیط ہے۔

اس کتاب کی افادیت واہمیت کے پیشِ نظر "مکتبہ غوثیہ" اسے شائع کررہا ہے تاکہ عام وخاص ہر ایک اس سے استفادہ کرکے حقیقت تک رسائی حاصل کرے اور اپنے عقائد ومعمولات کو ان اکابرین اسلام کے مطابق کرلے تاکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخروئی کا سامان ہوسکے۔

"مکتبہ غوثیہ" کی کتب نا صرف کراچی بلکہ بیرون ملک بھی بحمد اللہ دادِ تحسین حاصل کرچکی ہیں لیکن پھر بھی قارئین کرام اور اہل علم حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اپنی قیمتی آراء سے آگاہ فرمائیں تاکہ اسلام ومسلک اہلسنّت کی ترویج واشاعت کا کام خوب سے خوب تر انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

نیز اگر کتاب میں کسی بھی قسم کی غلطی پروف یا تصحیح وغیرہ کے حوالے سے نظر آئے تو ازارہِ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے اس سلسلے میں ہم شکریہ کے ساتھ آپ حضرات کے ممنون ہوں گے۔

آپ کی دعاؤں اور تعاون کا طلب گار

محمد قاسم جلالی

بانی وخادم مکتبہ غوثیہ، کراچی، پاکستان

حُسنِ خیال

محقق ومصنف، پیر طریقت

سید محمد زین العابدین راشدی مدظلہ العالی

(ایم اے، فاضل علوم اسلامیہ وشرقیہ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ صاحب علم وبصیرت بزرگ تھے جس قدر علم حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے اسی قدر علم تصوف وسلوک کے بلند پایہ عالم تھے، علم تصوف انہوں نے نا صرف کتابوں سے اخذ کیا بلکہ عملی طور پر مشائخ عظام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر صحبت بافیض سے سرفراز ہوئے، قدرت جس پر مہربان ہوتی ہے اسے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن سے بھی فیضیاب کرتی ہے اسی لیے جو حضرات دونوں علموں سے فیضیاب ہوتے ہیں وہ محفوظ کیے جاتے ہیں اور ان کا قلم بھی محفوظ رہتا ہے پھر ان حضرات قدسی صفات مردان خدا سے ایک جہان فیضیاب ہوتا ہے۔

شیخ محدث کو سندھ کے مشائخ عظام سے خاص تعلق تھا جیسا کہ اوراق تاریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت شیخ کے کئی اساتذہ اور بعدہ بکثرت شاگردین کا تعلق سندھ ہی کی سرزمین سے تھا مثلاً!

شیخ محدث نے اخبار الاخیار میں اپنے دادا مرشد کریم حضرت شیخ علی متقی شاذلی علیہ الرحمہ کا ذکر خیر کیا ہے اسی میں دو سندھی بزرگوں کے احوال بھی لکھے ہیں:

علامہ قاضی عبداللہ سندھی مدنی اور علامہ شیخ رحمت اللہ سندھی مدنی (سندھ کے تاریخی مقام دربیلو، ضلع نوشہرہ فیروز کے ساکن تھے) دونوں بزرگ شیخ علی متقی کے بافیض مرید تھے۔

(اخبار الاخیار مترجم ۵۲۷-۵۶۱)

شیخ محدث کے تین اساتذۂ حدیث کے نام تاریخ میں محفوظ ہیں ان میں سے ایک سندھی بزرگ ہیں:

۱۔ شیخ عبدالوہاب متقی شاذلی (مرشد گرامی شیخ عبدالحق محدث دہلوی)

۲۔ شیخ حمید الدین سندھی

۳۔ شیخ عبدالوہاب بن فتح اللہ السروجی

(تذکرہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی: مرتبہ، سید محمد قادری، مطبوعہ پٹنہ ۱۹۵۰ء)

مقالہ ہذا "**شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور عقائد و معمولات اہلسنت**" دلائل و براہان کا مرقع ہے، شیخ محدث پر تو کسی انصاف پسند کو کلام نہیں ان کے علم و فضل پر سب ہی متفق ہیں لہٰذا فاضل مؤلف نے عقائد و معمولات اہلسنت کو انہیں کی باحوالہ عبارات سے ثابت کیا ہے جبکہ ان پر کلام نہیں تو ان کی مدلل و مفصل عبارات پر بھی کلام نہیں ہونا چاہیے ایمان کی خیر اسی میں ہے کہ بلاچون و چراں کے مانا جائے۔

فقیر پنجاب کے تبلیغی دورے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ فاضل جلیل صاحب علم و قلم مولانا اعجاز احمد صاحب (کراچی) غریب خانہ پر تشریف لائے ان کے ہاتھ میں مقالہ ہٰذا کا مسودہ تھا فقیر کو دیتے ہوئے مقدمہ لکھنے کی فرمائش کی، فقیر نے عجلت میں چند حروف سپرد قرطاس کیے ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی کوشش و کاوش کو قبول فرمائے اور دوران مطالعہ لوگوں کے قلوب میں عمل کی تحریک پیدا فرمائے۔ آمین

خیر اندیش

فقیر سید محمد زین العابدین راشدی، کراچی

۲۲ شوال، بروز پیر، ۱۴۳۲ھ

حُسنِ خیال

صاحب گفتار و قلم، محقق و مصنف

پروفیسر ڈاکٹر حبیب الرحمٰن مد ظلہ العالی

(پی ایچ ڈی، یونیورسٹی آف کراچی، پاکستان)

اسلام دین وحدت و یگانگت ہے، اسلام جوڑنے اور ملنے ملانے کی بات کرتا اور اس کا حکم بار بار دیتا ہے لیکن اختلاف، دشمنی اور نفرتوں کے بڑھاوے سے بہ تاکید روکتا ہے، اسی لیے وحدتِ اُمت کے داعیوں کے لئے بشارات جبکہ اُمت کو توڑنے والوں کے لئے دنیا و آخرت میں عذاب شدید و الیم کے تازیانے ہیں، بعثت محمدی ﷺ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ آپ ﷺ نے عربوں کی بے نیام تلواروں کو محبت و اُخوت کی چادروں میں لپیٹ دیا، جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو آپ ﷺ نے اخلاص و قربانی سے بجھا دیا، عصبیتوں اور نفرتوں کو آپ ﷺ نے اللہ ﷻ کے لئے دینی عصبیت اور ایمانی محبت کی شکل عطا فرما دی اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسوں کو آپ ﷺ نے ایک دوسرے کا محافظ بنا کر پہلے عرب اور پھر جملہ انسانیت کی کایا پلٹ دی۔ آپ ﷺ کی ذات پاک ہی وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی برکت سے رب تعالیٰ نے اہل عرب کے دلوں میں سے صدیوں پر محیط عداوت و رقابت دُور کر کے ان کو اُلفت و محبت کا گہوارہ بنا، یا آپ ﷺ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَكُونُوا أَشْتَاتًا فَجَمَعَكُمُ اللهُ بِيْ ﴾

کیا تم بکھرے ہوئے نہیں تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری برکت سے یکجا کر دیا۔

﴿ أَلَمْ تَكُونُوا ضُلَّالًا فَهَدَاكُمُ اللهُ بِيْ ﴾

کیا تم راہ حق سے دور اور گمراہ نہ تھے؟ پس اللہ تعالیٰ نے میری برکت سے تمہیں راہ راست کی طرف ہدایت کی نعمت سے بہرہ مند فرمایا۔

خود قرآن کریم نے اہل عرب کی باہم آویزش، انتشار و افتراق کی منظر کشی درجہ ذیل آیت مبارکہ میں بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ کی ذات پاک کو منبع فیضِ وحدت قرار دیا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ○

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچالیا۔ (آل عمران ۳، آیت ۱۰۳)

اگرچہ یہ آیت مبارکہ اوس وخزرج کی خون آشام دشمنی کے تناظر میں نازل ہوئی لیکن اس کا مدلول عرب کی جاہلیت عامہ تھی، اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کا مصداق حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہیں، آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام ؓ کے مابین اختلافی مسائل میں ان کی تربیت اس نہج پر کی کہ فہم مسائل کا اختلاف دشمنی پر منتج ہونے کے بجائے دینی اَحکام کے اِنطباق میں دائرہ کار کی وسعت اور کشادگی کا باعث بن گیا، مسئلہ بنو قریظہ خلافی مسائل میں نہایت معلوم مسئلہ ہے۔

جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جماعت کو "لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ" کا حکم دیا لیکن صحابہ کرام ؓ کے دونوں فریقوں یعنی بنو قریظہ سے پہلے مغرب کے وقت نماز ادا کرنے والے فریق اور مغرب کے وقت کے اہتمام کے بجائے بنو قریظہ میں نماز پڑھنے والے صحابہ کرام ؓ کے گروہ کی تعبیر وفہم کو صحیح قرار دیا۔

اسی طرح من قال "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" کی تعبیر وتشریح میں حضرت عمر فاروق ؓ اور سیدنا ابو ہریرہ ؓ کے مابین نزاع سمیت کئی دوسرے مسائل میں اختلاف فہم، قیاس واجتہاد

کادائرہ باہم ادب واحترام کے دائرہ سے تجاوز نہیں کرتا اور نہ ہی اِن اختلافات کی بنیاد پر جدال وقتال اور جنگ وحرب کی نوبت پیش آئی کیونکہ جب مقصد ربّ تعالیٰ ﷻ کے حکم کو ماننا، ربّ ﷻ کو راضی کرنا، سنت مطہرہ کی اتباع اور سلف صالحین کی اتباع ہو تو نفس خدا پرستی پر غالب نہیں آسکتا اور نہ ہی مادی، گروہی، جماعتی، شخصی اور مسلکی مفادات واغراض اعلیٰ دینی، ایمانی ،اعتقادی اور روحانی اقدار پر فوقیت حاصل کر سکتے ہیں۔

اسی لئے اسلام جس اعتدال کی تعلیم دیتا ہے وہ صرف کھانے پینے اور لباس ہی کی حد تک مطلوب نہیں ہے بلکہ اس کا اظہار گفتگو، تعامل، سیرت، کردار اور رویوں کی سطح پر زیادہ بہتر انداز میں ہونا چاہیے، بالخصوص ایک مسلمان سے اس کے دینی مزاج ورویوں میں اعتدال شدت سے مطلوب ہے اور اس کا معیار یہ ہے کہ مثلاً حبّ علی رضی اللہ عنہ میں بغض معاویہ رض اور بغض علی واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حبّ معاویہ رضی اللہ عنہ کا نتیجہ سوائے "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ" کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

مسلمان اہل علم کی شان یہ ہے کہ اگر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے علمی دلائل، اجتہادات وقیاسات کا وزن ہو اور دوسری طرف عظمت رسالت واحترام نبوت کا معاملہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے دلائل کی بے نیام تلوار کو بارگاہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی چوکھٹ پر ادب کے ساتھ ڈال دے اور اس کے دلائل قاہرہ اور ادلۂ ظاہرہ کا اسپ علم کے صرف اُس میدان میں سرپٹ دوڑے، جہاں متقدمین علماء کرام، بزرگان دین واجل ائمہ عظام نے عقل ونقل کی رکاوٹیں کھڑی نہ کی ہوں ورنہ اِس کے ٹھوکر کھا کر گرنے بلکہ اعتقادی اور روحانی طور پر ہلاک ہونے کا خدشہ ہے۔

عالم اسلام مذہبی ودینی طور پر جن اختلافات کا شکار ہے، وہ دو طرح کے اختلافات ہیں:

(۱) فقہی اختلافات (۲) اعتقادی اختلافات

برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی اکثریت سنی حنفی المذہب افراد پر مشتمل ہے خال خال

دوسرے فقہی مذاہب مثلاً شوافع، مالکی وحنابلہ پائے جاتے ہیں اس لئے بطور فقہی مذہب کے مسلمانوں کے اختلافات نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن یہاں اعتقادی مذاہب کی کثرت اوران کے اختلافات کا تنوع شاید دنیا کے کسی بھی دوسرے خطے کے مقابلے میں زیادہ ہے لیکن خوش قسمتی سے برصغیر پاک وہند میں تاریخی طور پر چند ایسی نامور، محترم اور اہل علم وورع شخصیات گزری ہیں جن کی ثقاہت مختلف الخیال مسالک ومشارب وفرق کے مابین بھی متفق علیہ کی ہے، مثلاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہم اللہ کی شخصیات ہی میزان اعتدال کے طور پر تصفیہ بین المسالک کے لئے موزوں ترین شخصیات ہیں، معتقدات کے تناظر میں مذکورہ بالا شخصیات یا اِن میں سے کوئی شخصیت ہی معیار حق وباطل قرار دی جاسکتی ہے۔

مشہور محقق، مصنف ومترجم اور معروف عالم دین، برادرم علامہ اعجاز احمد قادری مدظلہ نے اس کتاب میں عقائد ومعمولات اہلسنّت کی توضیح وتشریح اپنے افکار ونظریات کی روشنی میں پیش کرنے کے بجائے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے عقائد وافکار کی روشنی میں پیش کرنے کی مبارک ومقبول سعی فرمائی ہے، اس کتاب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے عقائد ونظریات کو کھینچ تان کر عقائد اہلسنّت کے مطابق بنانے کے بجائے عقائد ونظریات اہلسنّت کو شیخ کے عقائد ونظریات کی روشنی میں مدلل انداز میں تحریر فرمایا ہے۔

نیز فرق باطلہ کی جانب سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تحریرات میں کتر بیونت کرکے اس سے اپنے من پسند اور من گھڑت عقائد کو برآمد کرنے کی عملی خیانت کا بلیغ، مثبت اور جامع ومانع جواب اس کتاب کی شکل میں حضرت علامہ اعجاز احمد قادری مدظلہ العالی نے پیش فرمادیا ہے، پوری کتاب حضرت شیخ کی اصل عبارات یا تراجم مع جلد وصفحہ نمبر کے ساتھ محققانہ اُسلوب اختیار کیے ہوئے ہے۔

یہ کتاب ایک طویل مدتی علمی بحث و تنقیح اور مطالعہ کا ماحصل ہے جو عقائد و معمولات اہلسنت کے باب میں ایک قابل قدر و لائق صد تحسین اضافہ ہے، یہ کتاب قاری کو اِحقاق حق و ابطال باطل کے ضمن میں کئی دوسری کتابوں کی ورق گردانی سے بے نیاز کردے گی ۔ان شاء اللہ ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کتاب کو جملہ مسلمانوں کے لئے عقائد معمولات اہلسنت کے تناظر میں وسیلہ ہدایت اور صاحب کتاب کے لئے توشۂ آخرت اور کتاب کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش میں شامل جملہ افرادو معاونین کے لیے باعث اجر عظیم بنائے ۔

آمین بجاہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن......مؤرخہ 11.09.2012

فہرس

مقدمہ

اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اس امت کے فضائل وکمالات کو قرآن پاک میں بھی بیان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ (آل عمران،۱۱۰)

ترجمہ: کنزالایمان۔تم بہتر ہواُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

اس آیت کی ایک تفسیر خود حضور نبی کریم ﷺ سے مروی ہے جس میں اس اُمت کی مزید شرافت وکرامت کو بیان فرمایا گیا ہے۔

1۔ عَنْ بَهْزِ بْنُ حَكِيْمٍ ، عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ، اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِىَّ ﷺ يَقُوْلُ فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ" (آل عمران،۱۱۰)

قَالَ اَنْتُمْ تُتِمُّوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَاَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ:

ترجمہ :حضرت بہز بن حکیم ﷺ بواسطہ اپنے والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمان الٰہی "تم بہتر ہواُن سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں" کے بارے میں فرمایا،تم ستر (70) امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور معزز ہو۔ (سنن ترمذی، کتاب التفسیر، صفحہ،672، رقم الحدیث،3001، ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب صفۃ امۃ محمد، صفحہ،410، رقم الحدیث،4287، مشکوۃ، صفحہ،1771، رقم الحدیث،6285)

الغرض اس امت محمدیہ کو سابقہ تمام اُمم پر فضیلت و بزرگی حاصل ہے اس فضیلت کی کئی وجوہات علماء اسلام نے بیان فرمائی ہیں جن میں سب سے زیادہ اکمل واعظم فضیلت ونعمت جو اِس اُمت کو حاصل ہوئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مقدس ہے، جس کے مقابل تمام نعمتیں ہیچ ہیں، اس کے علاوہ اِس اُمت پر ایک انعام یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ اُمت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی،

یعنی تمام کی تمام اُمت کا گمراہی وضلالت پر اتفاق نہیں ہوگا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و احسان ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

2۔عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ لا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ مَعَ الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شَذَّ اِلَی النَّارِ۔

ترجمہ :حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ میری اُمت کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور جماعت پر اللہ تعالیٰ (کی حفاظت) کا ہاتھ ہے اور جو شخص جماعت سے جدا ہوا وہ آگ کی طرف جدا ہوا۔

(ترمذی، کتاب الفتن، صفحہ 490، رقم الحدیث، 2167، مشکوۃ، صفحہ، 61، رقم الحدیث، 173)

اس حدیث میں چند باتوں کی صراحت فرمادی گئی ہے، ایک تو یہ کہ امت محمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے گمراہی وضلالت پر جمع نہیں ہوگی اور دوسری بات یہ کہ ''جماعت'' پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے یعنی جماعت کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے گا اور جو اس جماعت سے الگ ہوا تو وہ جہنم کی جانب الگ ہوا یعنی اس جماعت سے جدائی کا نتیجہ جہنم کا گڑھا ہے۔

اب یہاں جو حدیث میں ''جماعت'' کا لفظ آرہا ہے اور اس جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو آخر اس جماعت سے کونسی جماعت مراد ہے؟ اور بعض احادیث میں جماعت کی جگہ ''سواد اعظم'' بیان ہوا ہے تو آخر اس ''سواد اعظم'' میں کون سے افراد شامل ہیں اس سے قبل کے ہم اس بات کا تعین کریں کہ ''جماعت'' یا ''سواد اعظم'' سے کون مراد ہیں؟ چند مزید احادیث پیش خدمت ہیں کہ جن میں ''جماعت'' یا ''سواد اعظم'' کی اہمیت وفضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

3۔عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لا یَجْمَعُ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ عَلَی الضَّلَالَۃِ اَبَداً ، قَالَ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ فَاتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَم فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ ۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ عمر ﷺ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس اُمت کو کبھی گمراہی پر اکٹھا نہیں فرمائے گا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (دستِ قدرت) جماعت پر ہوتا ہے، پس سب سے بڑی جماعت کی اتباع کرو اور جو اس جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈال دیا گیا۔ (مستدرک الحاکم، ج،1، صفحہ،189، رقم الحدیث،395، حلیۃ الاولیاء، ج،3، صفحہ،37، مسند الفردوس، ج،5، صفحہ،258، رقم،8116، نوادر الاصول، ج،1، صفحہ،382، رقم،552)

4۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَةٍ فَاِذَا رَاَيْتُمْ اِخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔

ترجمہ : حضرت انس بن مالک ﷺ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا، بے شک میری اُمت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، پس اگر تم اُن میں اختلاف دیکھو، تو تم پر لازم ہے کہ سب سے بڑی جماعت کا ساتھ اختیار کرو۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، صفحہ،651، رقم الحدیث،3950، معجم کبیر، ج،12، صفحہ،447، رقم،13623، شرح اصول اعتقاد اہل السنہ، صفحہ،105، رقم الحدیث،153)

5۔ عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیِّ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِخَمْسِ كَلِمَاتٍ اَمَرَنِیَ اللّٰهُ بِهِنَّ، اَلْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَمَنْ خَرَجَ مِنَ الْجَمَاعَةِ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ رَاْسِهٖ اِلَّا اَنْ يَّرْجِعَ :

ترجمہ: حضرت حارث اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے (اور وہ پانچ باتیں یہ ہیں) جماعت کا ساتھ، نصیحت سننے، فرمانبرداری اختیار کرنے، ہجرت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا، پس جو جماعت سے ایک بالشت برابر بھی الگ ہو تو اس نے اسلام کا قلادہ (پٹہ) اپنے گلے سے اتار دیا، جب تک کہ وہ (جماعت کی طرف) لوٹ نہیں آتا۔ (صحیح ابن خزیمہ، ج،3، صفحہ، 195، رقم الحدیث،1895، مستدرک للحاکم، صفحہ، 192، رقم الحدیث،404، معجم کبیر، ج،3، صفحہ،327، رقم الحدیث، 3431)

6۔عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ اِثْنَانِ خَیْرٌ مِّنْ وَّاحِدٍ وَّ ثَلَاثَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اِثْنَیْنِ وَاَرْبَعَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ ثَلَاثَۃٍ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَنْ یَّجْمَعَ اُمَّتِیْ اِلَّا عَلٰی ھُدًی :

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، دو (شخص) ایک سے بہتر ہیں اور تین (شخص) دو سے بہتر ہے اور چار (شخص) تین سے بہتر ہیں، پس تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ میری امت کو کبھی ہدایت کے سوا کسی شے پر اکٹھا نہیں کرے گا۔

(مسند احمد، ج،3، صفحہ،219، رقم،21293، ابن عساکر، ج،38، صفحہ،206، رقم،7633)

7۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ خَطَبَنَا عُمَرُ بِالْجَابِیَۃِ فَقَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ قُمْتُ فِیْکُمْ کَمَقَامِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْنَا فَقَالَ عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَاِیَّاکُمْ وَالْفُرْقَۃَ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ مَعَ الْوَاحِدِ وَھُوَ مِنَ الْاِثْنَیْنِ اَبْعَدُ مَنْ اَرَادَ بُحْبُوْحَۃَ الْجَنَّۃِ فَلْیَلْزَمِ الْجَمَاعَۃَ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''جابیہ'' کے مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب فرمایا، کہ میں تمہارے درمیان اس جگہ پر کھڑا ہوں جہاں حضور نبی کریم ﷺ نے ہمارے درمیان قیام فرمایا تھا، پھر فرمایا، جماعت کو لازم پکڑو اور علیحدگی سے بچو کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دُور رہتا ہے جو شخص جنت کا وسط چاہتا ہے اس کے لیے جماعت سے وابستگی لازم ہے۔

(سنن ترمذی، کتاب الفتن، صفحہ،489، رقم الحدیث،2165، ومستدرک للحاکم، ج،1، صفحہ،186، رقم الحدیث،387، وفتح الباری، ج،13، صفحہ،316)

8۔عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِفْتَرَقَتْ عَلٰی اِحْدٰی وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَۃً کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "یقیناً بنی اسرائیل 71 فرقوں میں تقسیم ہوگئی تھی اور میری اُمت 72 فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، وہ سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے، اور وہ "جماعت" ہے"۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، صفحہ 659، رقم الحدیث 3993، مسند امام احمد، ج، 19، صفحہ 241، رقم الحدیث 12028، مسند ابی یعلی، ج 7، صفحہ 32، رقم 3938)

ان احادیث مذکورہ میں "جماعت" "سوادِ اعظم" کی فضیلت و برکت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ کہ جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا، اب دیکھتے ہیں کہ "جماعت" اور "سوادِ اعظم" کے بارے میں علمائے اسلام کیا بیان فرماتے ہیں، اور آخر جماعت سے کون سی جماعت مراد ہے کہ جن کی برکت سے ہدایت کے راستے پر گامزن ہوا جاسکتا ہے۔

☆ شیخ المحدثین امام ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ "حدیث جماعت" کی شرح میں لکھتے ہیں۔

فَلا شَكَّ وَلا رَيْبَ اِنَّهُمْ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

ترجمہ: پس اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ (نجات پانے والی جماعت) سے مراد اہل سنت و جماعت ہی ہے۔ اور مزید لکھتے ہیں:

وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ الْبَيْضَاءِ الْمُحَمَّدِيَّةِ

ترجمہ: اور فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) اہل سنت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج 1، صفحہ 248)

☆ امام ربانی، مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اہل سنت و جماعت ہی فرقہ ناجیہ (یعنی نجات پانے والا) ہے اور ان بزرگوں کی اتباع کے بغیر نجات متصور نہیں، اگر بال برابر بھی مخالفت ہے تو خطرہ ہی خطرہ ہے اور یہ بات کشف والہام صریح سے یقین کے درجہ تک پہنچ چکی ہے اس میں غلطی کا احتمال نہیں، تو کس قدر خوش نصیب ہے وہ شخص جسے ان کی (اہل سنت و جماعت) متابعت کی توفیق مل گئی۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ دوم، ج 1، صفحہ 173، مکتوب 59)

☆امام ربانی ایک جگہ مزید لکھتے ہیں :

نجات کا راستہ اہل سنت و جماعت کی متابعت ہے، اقوال میں بھی افعال میں بھی اوراحوال وفروع میں بھی، کیونکہ نجات پانے ولا فرقہ صرف یہی ہے، باقی تمام فرقے زوال اور ہلاکت کے کنارے کھڑے ہیں آج کسی کے علم میں یہ بات آئے یا نہ آئے لیکن کل (قیامت) کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت جاننا بے سود ہوگا۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اوّل، حصہ دوم، ج،1، صفحہ،191، مکتوب،69)

☆امام ربانی ایک جگہ مزید لکھتے ہیں :

عقل مندوں پر سب سے اوّل فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق درست کریں۔

(مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ چہارم، ج،2، صفحہ،570، مکتوب،266)

☆امام علامہ ابوشکور محمد بن سعید سالمی (ہم عصر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں :

بہر حال اہل سنت و جماعت سے جدا ہونا بدعت و گمراہی ہے اور بدعت و گمراہی والا دوزخیوں میں سے ہوگا، اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلیل ہے۔

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾

(آل عمران،105)

ترجمہ: اور اُن جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے۔

پھر فرمایا:

﴿أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

ترجمہ: ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' عنقریب میری امت میرے بعد 73 فرقوں میں بٹ

جائے گی سوائے ایک کے سب دوزخی ہیں، تو وہ ایک (فرقہ ناجیہ) اہل سنت و جماعت ہے۔

سوادِ اعظم (بڑی جماعت) کے اُصول رسول اللہ ﷺ کے اصحاب، اُن کے پیرو تابعین و تبع تابعین ہیں جیسے حضرت ابوسعید خدری، حسن بن ابوسعید بصری، سفیان ثوری، اوزاعی، علقمہ، اسود، ابراہیم نخعی، شعبی، مالک، حماد بن ابولیلیٰ، امام ابوحنیفہ اور متاخرین اور اِن کے شاگردوں میں سے جنہوں نے اُن کی پیروی کی جیسے امام ابویوسف، امام محمد بن حسن شیبان، امام زفر، امام حسن بن زیاد، داؤد طائی، امام محمد بن ادریس شافعی، امام ابوعبداللہ مزنی، اور خراسان کے فقہاء میں سے ابو مطیع بلخی، ابوسلیمان جرجانی، امام محمد بن جرجانی، ابوحفص الکبیر بخاری، شفیق بن ابراہیم اور ابراہیم بن ادھم یہ سب امام جعفر بن محمد الباقر اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد (یا شاگردوں کے شاگرد) تھے۔ (رحمہم اللہ)

اور فقہاءِ دین سے جس نے اِن کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے آج تک کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور انہوں نے صحابہ کرام اور اُن کے علاوہ ایک جماعت کے زبان اور ہاتھوں سے دین کو بغیر کسی تنازع اور اختلاف کے لیا، پھر یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اہل سنت و جماعت یہی مذکورہ شخصیات ہیں یعنی صحابہ کرام، آئمہ و محدثین اور آئمہ میں سے جنہوں نے اِن کی پیروی کی۔ (یعنی جو سوادِ اعظم کے نقشِ قدم پر چلے)

(تمہید امام ابوشکور سالمی، صفحہ 380-381)

اِن سابقہ حوالہ جات و عباراتِ آئمہ سے واضح ہوگیا کہ جماعت سے مراد اہل سنت و جماعت ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی دوسری جماعت مراد نہیں ہے اگرچہ کوئی دوسری جماعت لاکھ دعویٰ کرے کہ اس جماعت سے وہ مراد ہیں لیکن جب اس مدعی جماعت کو "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" کے میزان پر رکھ کر دیکھیں گے تو اُن کے دعویٰ کا بطلان واضح ہوجائے گا، اس میزان کی کسوٹی پر فقط اہل سنت و جماعت ہی پوری اترتی ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ہم نے سابقاً ''جماعت'' کے تعین میں فقط چند حوالہ جات نقل کیے ہیں کیونکہ کتاب کی ضخامت ملحوظ ہے لیکن کوئی ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ صرف اِن چند آئمہ کرام نے ہی اس حدیثِ جماعت سے ''اہل سنت و جماعت'' کو مراد لیا ہے تقریباً تمام ہی آئمہ تفسیر وحدیث وفقہ نے اپنی کتب میں بھی ایسا ہی تحریر کیا ہے مزید تفصیل کیلئے امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن حسن بن منصور متوفی 418ھ کی کتاب ''شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ'' اور امام بیہقی کی ''کتاب الاعتقاد'' ملاحظہ فرمائیں۔

اور سواداعظم سے مراد بھی اہل سنت و جماعت ہی ہے درحقیقت ''سواداعظم'' اہل سنت و جماعت ہی کا مترادف ہے، لہٰذا ''سواداعظم'' سے علیحدہ کوئی جماعت مراد نہیں بلکہ اہل سنت و جماعت ہی مراد ہے، اسے کثرت کی وجہ سے سواداعظم (یعنی بڑا گروہ) کہا جاتا ہے اور چونکہ بعض احادیث میں بھی ''سواداعظم'' بیان ہوا ہے، لہٰذا اہل سنت و جماعت کو اس اعتبار بھی ''سواداعظم'' کہہ دیا جاتا ہے۔

عقائد کی اہمیت وضرورت

دینِ متین کے دو بنیادی اجزاء ہیں، ایک ''عقائد'' اور دوسرا ''اعمال'' اعمال یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ، تو اعمال میں قرآن وسنت کی روشنی میں اختلاف ہونا بری بات نہیں بلکہ موجبِ رحمت وبرکت ہے، جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ

یعنی ''میری امت کا آپس میں اختلاف رحمت ہے''۔

اس حدیث میں جو اختلاف بیان کیا گیا ہے اس سے اعمال میں ان کی ادائیگی میں اختلاف مراد ہے، مثلاً ایک امام کے نزدیک نماز میں تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ کانوں کی لو تک بلند ہوں گے اور دوسرے امام کے نزدیک کندھوں تک۔ وغیرہ ذالک

تو ایسا اختلاف دراصل اُمت کیلئے موجب رحمت وآسانی ہے اور ایسا اختلاف مذموم نہیں بلکہ "محمود" ہے لیکن اس کے برخلاف "عقائد" میں اختلاف سراسر تباہی و بربادی ہے یعنی اگر عقائد درست ہوئے تو بخشش کی قوی امید ہے اور اگر عقائد درست نہ ہوئے تو اعمال خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں، بخشش ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی، اس کی ایک مثال اس حدیث میں موجود ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَائِذٍ رضی اللہ عنہ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ جَنَازَةِ رَجُلٍ فَلَمَّا وُضِعَ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ لا تُصَلِّ عَلَيْهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاِنَّهُ رَجُلٌ فَاجِرٌ فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَى النَّاسِ فَقَالَ هَلْ رَآهُ اَحَدٌ مِنْكُمْ عَلٰى عَمَلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حَرَسَ لَيْلَةً فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَحَثَا عَلَيْهِ التُّرَابَ وَقَالَ اَصْحَابُكَ يَظُنُّوْنَ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَاَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَقَالَ يَا عُمَرُ اِنَّكَ لا تُسْاَلُ عَنْ اَعْمَالِ النَّاسِ وَلٰكِنْ تُسْاَلُ عَنِ الْفِطْرَةِ :

ترجمہ: حضرت ابن عائذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرد کے جنازے کے ساتھ نکلے، جب جنازہ رکھا گیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی "یارسول اللہ ﷺ! اس پر نماز نہ پڑھیں کیونکہ یہ فاسق شخص ہے" رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا "تم میں سے کسی نے اسے اسلامی عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے؟" ایک شخص نے عرض کی "جی ہاں یارسول اللہ ﷺ! اس نے ایک رات اللہ تعالیٰ کی راہ میں پہرہ دیا تھا" تو رسول اللہ ﷺ نے اسکا جنازہ پڑھا اس پر مٹی ڈالی اور فرمایا "تمہارے ساتھی گمان کرتے ہیں کہ تم اہل نار میں سے ہو اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اہل جنت میں سے ہو" پھر فرمایا "عمر! تم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا بلکہ تم سے فطرت کے بارے میں پوچھا جائے گا"۔

(مشکوۃ شریف، کتاب الجہاد، فصل ثالث، صفحہ 1134، رقم الحدیث 3860)

اس حدیث کی شرح میں امام ملا علی قاری اور امام شیخ عبدالحق محدث دہلوی ارشاد فرماتے ہیں :

فَاِنَّ الاعْتِبَارَ بِالْفِطْرَۃِ وَالاعْتِمَادَ بِالاعْتِقَادِ

یعنی ''اعتبار فطرت اور عقیدے کا ہے''۔

تو چونکہ اس مرنے والے شخص کا عقیدہ درست تھا اس لئے باوجود اس کے کہ سیدنا فاروق اعظم ﷛ اس کے فسق و فجور کی گواہی دے رہے ہیں لیکن اس مرنے والے کو دربارِ نبوت ﷺ سے بخشش و نجات کی ڈگری مل گئی، اس کے برخلاف جس کا عقیدہ درست نہ ہو وہ اگرچہ کتنے ہی اچھے اعمال کرے، وہ دوزخی ہے ایسے شخص کی بخشش نہیں ہوسکتی، اسی لئے بزرگان دین نے ارشاد فرمایا'' اَوَّلُ الاَمْرِ الاَعْتِقَادُ''یعنی سب سے اول و اہم عقیدہ ہے۔

احادیث مبارکہ میں اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں لیکن ہم فقط اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب چند بزرگان دین کے ارشادات و فرمودات پیش کئے جارہے ہیں کہ جن میں عقائد کی اہمیت و ضرورت کا بیان ہوا ہے، یہ بات ذہن میں مستحضر رہے کہ عقائد سے مراد ''اہل سنت و جماعت'' سوادِ اعظم ہی کے عقائد ہیں کسی دوسرے فرقے کے عقائد مراد نہیں کیونکہ سابقاً بیان ہو چکا ہے کہ فرقہ ناجیہ (نجات پانے والا) اہل سنت و جماعت ہی ہے تو اس لئے اس فرقے کے عقائد ہی نجات کا ذریعہ ہوں گے۔

1۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اگر تمام احوال و کیفیات ہمیں عطا کردی جائیں لیکن ہمیں ''اہل سنت و جماعت'' کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے تو ہم اسے سراسر خرابی سمجھتے ہیں، اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کردی جائیں لیکن ہمیں ''اہل سنت و جماعت'' کے عقائد سے سرفراز کردیا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں (کیونکہ نجات کی اصل بنیاد عقائد پر ہے)۔ (مقالات امینیہ، ج،3، صفحہ،581)

2۔ قطب ربانی امام عبدالوھاب شعرانی کا ارشاد مبارک ہے:

آپ نے اولیاء کرام کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ولی کی دیگر علامات میں سے یہ ہے کہ وہ طریق میں داخل ہونے سے پہلے ''عقائد اہل سنت و جماعت'' سے واقف ہو۔

(ایضا، ج،3، صفحہ،581)

3۔حضرت خواجہ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ کا ارشاد مبارک ہے :

کسی ایسے بندے کو جس کا عقیدہ ''اہل سنت و جماعت'' کا عقیدہ نہ ہو اُسے ولایت نہیں مل سکتی۔(ایضا، ج،3، صفحہ،583)

4۔حضرت قطب زماں شیخ محمد بن سلیمان جزولی ''صاحب دلائل الخیرات'' فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَمِتْنَا عَلَی السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام

ترجمہ : اے ذوالجلال والاکرام! ہمیں اہل سنت و جماعت میں موت اور اپنی لقاء کا شوق عطا فرما۔

5۔حضرت شیخ الاسلام ابومحمد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان مبارک ہے۔

وَاَمَّا الْفِرْقَۃُ النَّاجِیَۃُ فَھِیَ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ

ترجمہ:اور نجات پانے والا گروہ ''اہل سنت و جماعت'' ہی کا ہے۔

(ایضا، ج،3، صفحہ،580)

6۔حضرت شیخ مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا قول پاک ہے :

''عقیدۂ اہل سنت و جماعت'' کا ملتزم ہو کر حدیث و فقہ سیکھنا چاہیے۔

(ایضا ج،3، صفحہ،580)

ان سابقہ حوالہ جات و عبارات میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عقائد کی اہمیت و ضرورت کیا ہے؟ عقائد کی درستگی کے بغیر اُخروی زندگی میں بالخصوص فلاح و کامرانی کی امید رکھنا بالکل بے کار اور لغو بات ہے، جیسا کہ نہایت بلند مرتبہ علماء اسلام کے اقوال سے بیان ہو چکا ہے،اس لئے اگر دارین میں کامیابی سے سرفراز ہونا ہے تو اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات کو اپنانا ہوگا۔

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت تو کئی جماعتیں اور فرقے ایسے موجود ہیں جو خود کو ''اہل سنت و جماعت'' کہتے ہیں تو ہم کیسے پہچانیں کہ ان میں سے حقیقی اہل سنت و جماعت کون ہیں؟۔

اس کا ایک جواب تو ضمناً سابقہ کلام میں آچکا ہے، یہاں ایک اور جواب حاضر خدمت ہے۔ اگر کسی بوتل میں شراب یا پیشاب بھرا ہوا ہو اور اس بوتل پر خوشنما لیبل لگا دیا جائے مثلاً شربت روح افزاء تو کیا صرف لیبل لگانے سے اندر بوتل میں موجود پیشاب یا شراب، شربت روح افزاء بن جائے گی، نہیں نہیں ہر گز نہیں کیونکہ شربت میں معیارِ صداقت خوشبو اور پاکیزگی ہے، تو اسی طرح اگر دل میں حبیب خدا سید انبیاء ﷺ کا بغض اور بے ادبی بھری ہو اور ایسے لوگوں پر ''اہل سنت و جماعت'' کے نام کا خوش نما لیبل لگا دیا جائے تو صرف لیبل لگانے اور دعوے کرنے سے ''اہل سنت و جماعت'' ہر گز نہیں بن سکتا بلکہ خالص اور صحیح اہل سنت و جماعت وہ ہے جس کے قلم و دھن، قول و سخن، زبان و ذہن سے رحمتِ کائنات، فخر موجودات، سرکارِ دوجہاں ﷺ کی عظمت و محبت کی خوشبوئیں آئیں کیونکہ عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کی اساس و بنیاد ہی محبت و عظمت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

بقول علامہ اقبال!

روح ایماں، مغز قرآں، جان دیں
ہست حبِّ رحمۃ للعالمین ﷺ

تو اب اس ''معیارِ صداقت'' پر تمام مدعیان کو پرکھ کر دیکھ لیں، ان شاء اللہ اس میزان پر ''اہل سنت و جماعت'' کی انفرادیت سب سے جداگانہ نظر آئے گی اور غلامانِ رسول ﷺ کے چہرے چمکتے دمکتے نظر آئیں گے، اس ''معیار صداقت'' پر کھرے کھوٹے واضح ہو جائیں گے۔

اب جب عقائد کی اہمیت و ضرورت اور اہل سنت و جماعت کے بارے میں تسلی بخش کلام ہو چکا ہے تو یہ بات بھی ذہن میں جا گزیں ہونی چاہئے کہ وہ کون سی شخصیات ہیں جن پر خاص

طور سے عقائد و معمولات اہل سنت و جماعت کے بارے میں اعتماد کیا جاتا ہے اس اس بارے میں ان کے اقوال و فرمودات کو بطورِ حجت تسلیم کیا جاتا ہے، تو اِن علماء اسلام کی فہرست بہت طویل ہے کیونکہ ایسے علماء ہر دور و زمان میں کثیر ہوئے لہٰذا سب کا احاطہ ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے۔

ہاں اتنا ضرور ہے کہ اُن میں سے چند شخصیات کو اللہ تعالیٰ نے دیگر کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ شہرت و دوام بخشا اور اُن سے دین متین کی ترویج و اشاعت کے اہم کام لئے، اِن شخصیات میں بالخصوص آئمہ اربعہ، امام ماتریدی، امام اشعری، امام غزالی، امام جلال الدین سیوطی، امام فخر الدین رازی، امام ابن حجر عسقلانی، امام ابن حجر مکی اور ہندوستان و پاکستان میں بالخصوص شیخ الاسلام علامہ علی متقی، امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی شیخ مجدد الف ثانی، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور امام اہل سنت علامہ شاہ احمد رضا خان فاضل بریلی رحمہم اللہ نہایت قابل ذکر ہیں۔

ہندو پاک میں اہل سنت و جماعت کی بنیادیں انہیں علماء کے طفیل اور خاص طور سے امام اہل سنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی برکت سے مستحکم ہوئیں۔

لہٰذا اب اگر کسی کو اپنے عقائد "اہل سنت و جماعت" کے مطابق کرنے ہوں تو اِن علماء اسلام کے ارشادات کے موافق اپنے عقائد درست کرلے اور صراط مستقیم پر گامزن ہوجائے اور اگر کسی کے عقائد و معمولات اِن کے فرمودات کے مطابق نہیں تو سمجھ لے کہ وہ "صراط مستقیم" سے بہت دور ہے کیونکہ اِن علماءِ حق کے فرمودات درحقیقت قرآن وسنت کا عملی نمونہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شیخ الاسلام، امام اہل سنت، برکۃ المصطفیٰ فی الہند

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

قدس سرہ العزیز

(از: شرف ملت علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ)

اللہ تعالیٰ کی عادتِ کریمہ یہ رہی ہے کہ انسانیت کو شرک و کفر اور گمراہی سے نکالنے کے لئے انبیائے کرام بھیجے گئے فکر انسانی صدیوں کے ارتقاء کے بعد جہاں پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی مقدس ہستیوں نے لمحوں میں وہاں پہنچادیا، اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، اُمور آخرت اور عالم کے حادث یا قدیم ہونے کے بارے میں بڑے بڑے فلسفیوں اور دانشوروں نے کیا کیا موشگافیاں نہ کیں؟ لیکن وہ اپنے وابستگانِ دامن کو دولتِ یقین فراہم نہ کر سکے، انبیاء کرام علیہم السلام کے چند کلمات نے سامعین کو وہ تیقن عطا کیا جس کی بنا پر وہ جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کر گئے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی ذات اقدس پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا البتہ پیغمبرانہ جدوجہد اور مشن کو جاری رکھنے کے لئے امتِ مسلمہ کے جلیل القدر افراد آگے بڑھے اور انہوں نے نہ صرف دعوت وارشاد کا کام پورے ولولے اور لگن سے کیا بلکہ دینِ متین کے مقدس چہرے سے گرد و غبار صاف کرنے میں تمام صلاحیتیں بھی صرف کر دیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا:

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو بھیجے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ (سنن ابی داؤد)

علماء اسلام نے مجدد کے لئے جو شرطیں بیان کی ہیں یہ ہیں، وہ علوم ظاہرہ اور باطنیہ کا جامع ہو، اس کے درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور وعظ وتذکیر سے نفع عام ہو، سنت کی اشاعت و ترویج اور بدعت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہو، ایک صدی کے آخر اور دوسری کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت ہو اور لوگ دینی مسائل میں اس کی طرف رجوع کرتے ہوں،

پھر یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر صدی میں ایک ہی مجدد ہو، گزشتہ صدیوں میں سے ہر صدی میں ایک سے زیادہ مجدد ہوئے ہیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین احمد علی گڑھ) فرماتے ہیں۔

''مجدد مائۂ حادی عشر (گیارہویں صدی کے مجدد) یعنی الف ثانی، امام ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی (متولد ۱۰ محرم ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) اور صاحب تصانیف کثیرہ شہیرہ زاہرہ وباہرہ شیخ علامہ عبد الحق محدث دہلوی (متولد ۹۵۸ھ، متوفی ۱۰۵۲ھ) اور میر عبد الواحد بلگرامی صاحب ''سبع سنابل'' (متوفی ۱۰۱۷ھ) تھے''۔

(ظفر الدین بہاری: چودھویں صدی کے مجدد اعظم، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، صفحہ ۳۳۔۳۲)

آئندہ صفحات میں گیارہویں صدی کے مجدد، پاسبانِ دین مصطفیٰ ﷺ علوم دینیہ کے نامور مبلغ اور ناشر، دینی حمیت وغیرت کے پیکر، امام المحدثین، شیخ محقق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دینی اور ملی کارناموں کا مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا انشاء اللہ العزیز، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت کی حیات مبارکہ کا مختصر تذکرہ پیش کر دیا جائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

”حیات مبارکہ“

۹۵۸ھ تا ۱۰۵۲ھ

۱۵۵۱ء تا ۱۶۴۲ء

امام اہل سنت شیخ عبد الحق محدث دہلوی شہر دہلی ۹۵۸ھ/۱۵۵۱ء میں پیدا ہوئے ان کے آباؤ اجداد میں سے آغا محمد ترک بخاری، سلطان محمد علاء الدین خلجی کے زمانے میں ”بخارا“ سے ہجرت کر کے ”دہلی“ میں وارد ہوئے اور بلند و بالا مناصب پر فائز رہے، بخارا سے ہجرت کے وقت متعلقین اور مریدین کی ایک جماعت ان کے ہمرہ تھی۔

(عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق، تکملہ اخبار الاخیار، مطبع مجتبائی، دہلی، صفحہ ۲۸۹)

آپ کے والد ماجد شیخ سیف الدین دہلوی شعر و سخن کا ذوق رکھنے والے عالم اور صاحب حال بزرگ تھے ”سلسلۂ عالیہ قادریہ“ میں شیخ امان اللہ پانی پتی کے مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔

(خلیق احمد نظامی، حیاتِ شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۶،۲۷)

حضرت شیخ نے تکملۂ اخبار الاخیار میں ان کے متعدد ملفوظات نقل کئے ہیں، چند ایک ملاحظہ ہوں۔

۱۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہے جو مخلوق کے لئے کام کرتے ہیں تا کہ ان کے نزدیک اہمیت حاصل کریں...... کام کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے مخلوق سے کیا کام؟

۲۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ علماء اور فضلاء جاہ و عزت اور کثرتِ اسباب کے حاصل کرنے اور مال و دولت کے جمع کرنے میں مخلوقِ خدا کے ساتھ الجھتے ہیں اور لڑائی تک پہنچ جاتے ہیں، تو میں شکر کرتا ہوں کہ میں نے زیادہ نہیں پڑھا اور اکابر میں سے نہیں ہوا۔

۳۔ (شیخ محقق فرماتے ہیں کہ مجھے والد گرامی نے کئی دفعہ فرمایا) کسی شخص کے ساتھ علمی بحث میں جھگڑا نہ کرنا اور کسی کو تکلیف نہ دینا، اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ حق دوسری جانب ہے تو

قبول کر لینا، ورنہ دو تین بار کہنا اگر نہ مانیں تو کہنا کہ بندہ کو اسی طرح معلوم ہے، جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ بھی ہو سکتا ہے، جھگڑا کس بات کا؟

۴۔ اگر تمہیں اپنے پیر اور استاد سے محبت اور عقیدت ہو تو اس سلسلے میں کسی سے لڑائی نہ کرو اور تعصب اختیار نہ کرو، یہ محبت کا کام ہے، جسے محبت نہ ہو وہ کیا کام کرے گا؟ فائدہ بزرگوں کی عقیدت، محبت اور پیروی میں ہے، تم جو جنگ کر رہے ہو وہ اپنے نفس کے لئے ہے نہ کہ بزرگوں کے لئے۔

۵۔ طریقت کے بہت معاملات ہیں، جنہیں اس راہ کے اصحاب ہمت ادا کرتے ہیں، حقیقت کا اصل کام یہ ہے کہ ہر وقت اس حقیقت کو پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے ساتھ ہے، ایک لحظہ بھی اس خیال سے غافل نہ رہے، دست در کار و دل بایار۔

(عبدالحق محدث دہلوی، تکملۂ اخبار الاخیار فارسی، مطبع مجتبائی، دہلی، صفحہ ۲۹۲،۲۹۳)

☆ شیخ محقق نے نہ صرف ان کی نصیحتوں کو عمر بھر یاد رکھا بلکہ ان پر عمل پیرا رہے۔

شیخ سیف الدین دہلوی ۲۷ شعبان ۹۹۰ھ/۱۵۸۲ء کو پاس انفاس میں مشغول تھے اسی حالت میں رحمتِ حق کی آغوش میں پہنچ گئے۔

تحصیل علم

حضرت شیخ محقق کو اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے علم سلیم اور فہم و دانش کا وافر حصہ عطا فرمایا، حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا، خود فرماتے ہیں کہ دو اڑھائی سال کی عمر میں دودھ چھڑائے جانے کا واقعہ مجھے اس طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔

(عبدالحق محدث دہلوی، تکملۂ اخبار الاخیار فارسی، مطبع مجتبائی، دہلی، صفحہ ۳۰۰)

والد ماجد نے ظاہری اور باطنی تربیت پر بھر پور توجہ دی، دو تین ماہ میں قرآن پاک پڑھا دیا پھر شیخ عبدالحق علوم دینیہ حاصل کرنے لگے۔

جب عربی نصاب اور منطق وکلام کی کتابوں تک پہنچے تو ماوراء النہر (نہر سے نہر جیحوں مراد ہے ماوراء النہر سے مراد وہ شہر ہیں جو اس شہر کے شمال میں واقع ہیں، مثلاً بخارا، سمرقند، خوارزم اور کاشغر وغیرہ ۱۲ اشرف قادری) کے دانشوروں کے پاس حاضر ہوئے اور سات آٹھ سال دن رات محنت کر کے علوم دینیہ حاصل کئے، شیخ نے اپنے اساتذہ کے نام نہیں لکھے، ذوق وشوق اور علمی انہماک کا یہ عالم تھا کہ ہر روز اکیس بائیس گھنٹے پڑھنے اور مطالعہ میں صرف کرتے، اپنی محنت شاقہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اگر اتنا ذوق وشوق مولیٰ تعالیٰ کی طلب اور باطن کی ریاضت میں ہوتا تو معاملہ کہاں تک پہنچتا۔ (عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً صفحہ ۳۰۲)

ذکاوت وفطانت کا یہ عالم تھا کہ دورانِ سبق عجیب عجیب بحثیں اور مفید باتیں ذہن میں آتیں، اساتذہ کے سامنے پیش کرتے تو وہ کہتے۔

ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں اور ہمارا تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔

(عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً صفحہ ۳۰۲)

سترہ سال کی عمر میں اس وقت کے مروجہ علوم سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں ایک سال میں قرآن پاک یاد کر لیا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ عرصہ درس وتدریس میں مشغول رہے۔

شیخ محقق ۹۹۶ھ ۸۸، ۱۵۸۷ء میں حجاز مقدس پہنچے، ۹۹۹ھ / ۱۵۹۰ء تک وہاں قیام کیا، اس دوران حج وزیارت کے علاوہ مکہ مکرمہ میں شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی اور روحانی استفادہ کیا، مشکوٰۃ شریف کے علاوہ تصوف کی کچھ کتابیں پڑھیں، اسی اثناء میں شیخ سے اجازت لیکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے، ۲۳ ربیع الثانی ۹۹۷ھ سے آخر رجب ۹۹۸ھ تک وہاں قیام کر کے سرکار دوعالم ﷺ کی نوازشہائے بے پایاں سے فیض یاب ہوئے، شیخ محقق فرماتے ہیں۔

اس فقیر حقیر نے حضرت خبیر بشیر نذیر ﷺ سے جو انعام واکرام کی بشارتیں پائیں ہیں ان کی طرف اشارہ نہیں کر سکتا۔ (عبدالحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فارسی، ایضاً صفحہ ۳۰۴)

بیعت وخلافت

حضرت شیخ محقق کو بچپن ہی سے عبادت وریاضت کا بے حد شوق تھا، جوں جوں عمر میں ضافہ ہوتا گیا یہ شوق بھی بڑھتا گیا، یہاں تک کہ اپنے زمانے کے اولیائے کاملین میں شمار ہوئے۔ابتداءً والد ماجد کے دست مبارک پر بیعت ہوئے، پھر ان کے ایماء پر ''سلسلۂ عالیہ قادریہ'' میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتان (متوفی ۱۰۰۱ھ) کے دست اقدس پر بیعت ہوئے وران کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے، مکہ معظمہ میں حضرت شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ،ارشاد وسلوک کی منزلیں طے کیں اور شیخ نے انہیں چار سلسلوں چشتیہ، قادریہ، شاذلیہ، اور مدنیہ کی اجازت عطا فرمائی،

شیخ محقق ہندوستان واپس آئے توباوجودیکہ سلسلۂ قادریہ میں بیعت اور خلافت رکھتے تھے سلسلہ نقشبندیہ میں عارف کامل حضرت خوجہ محمد باقی باللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، محمد صادق ہمدانی نے ''کلمات الصادقین'' میں لکھاہے۔

شیخ محقق نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی اشارے پر بیعت کی تھی۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۱۲۷)

تصانیف

حضرت شیخ محقق نے اپنی حیات مبارکہ کا اکثر حصہ تصنیف وتالیف میں بسر کیا، ان کی تصانیف دنیا بھر میں قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، فنی اعتبار سے ان کی تصانیف درجہ ذیل عنوانات کے تحت آتی ہیں۔

تفسیر...... تجوید...... حدیث...... عقائد...... فقہ...... تصوف...... اخلاق...... اعمال......

منطق...... تاریخ...... سیر...... نحو...... ذاتی...... حالات...... خطبات...... مکاتیب...... اشعار۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۱۶۰)

نوٹ :جناب نظامی صاحب نے نمبر ۹ پر فلسفہ و منطق کا شمار کیا ہے، حالانکہ فلسفہ میں ا
کی کسی تصنیف کا ذکر نہیں کیا۔ شرف قادری

حضرت شیخ محقق کی تصنیف کی تعداد ساٹھ ہے، چند مشہور تصانیف کے نام درج ذیل ہیں

۱۔اشعة اللمعات مشکوٰة شریف کا فارسی ترجمہ اور شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۔لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰة المصابیح (عربی) مشکوٰة شریف کی عربی شر
جس کی چار جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

۳۔شرح سفر السعادة (فارسی)

۴۔مدارج النبوة (فارسی) سیرت طیبہ کی اہم ترین اور لافانی کتاب۔

۵۔اخبار الاخیار (فارسی) ہندوستان کے علماء اور مشائخ کا مستند تذکرہ۔

۶۔جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی) تاریخ مدینہ کے نام سے اس کا ترجم
چھپ چکا ہے

۷۔زبدة الاسرار (عربی) مناقب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تلخیص
بہجة الاسرار۔

۸۔زبدة الآثار (فارسی) زبدة الاسرار کا ترجمہ مع اضافات۔

۹۔تکمیل الایمان (فارسی) اسلامی عقائد اور (معمولات) مسلک اہل سنت
وجماعت۔

۱۰۔شرح فتوح الغیب (فارسی) شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف "فتوح الغیب" کی
فارسی شرح۔

۱۱۔ماثبت بالسنة (عربی) بارہ مہینوں کے اسلامی معمولات، کتاب وسنت اور طریق
اسلاف کی روشنی میں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی نے ڈاکٹر زبیر احمد کے حوالے سے شیخ محقق کی تصانیف میں

"الاکمال فی اسماء الرجال" کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے کہ "فہرس التوالیف" میں اس کا ذکر نہیں ہے حالانکہ "الاکمال" امام ولی الدین صاحب مشکوٰۃ کی تصنیف ہے اور مشکوٰۃ شریف کے آخر میں چھپی ہوئی عام دستیاب ہے۔

۱۲۔رسالہ ضرب الاقدام:

پیر عبدالغفار کشمیری لاہوری نے ۱۳۰۴۹ھ میں پانچ رسائل کا مجموعہ شائع کیا تھا ان میں ایک رسالہ "ضرب الاقدام" بھی ہے، اس کی ابتداء میں لکھا ہے۔

رسالہ ضرب الاقدام من تصنیف زبدۃ المحققین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

اس رسالہ میں شیخ محقق نے "صلوٰۃ غوثیہ" کا ثبوت وجواز پیش کیا ہے۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء کو آسمان علم ومعرفت کا نیر درخشاں احادیث نبویہ کا عظیم شارح، دین اسلام اور مقام مصطفیٰ ﷺ کا محافظ اور مسلک اہل سنت کا پاسباں، دنیا والوں کی نگاہوں سے روپوش ہو کر دہلی کے ایک گوشے میں محو استراحت ہوا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وقدس سرہ

شیخ محقق کی دینی اور علمی خدمات

حضرت شیخ محقق نے اپنی طویل زندگی دین اسلام کے تحفظ اور اس کا پیغام عام کرنے اور مقام مصطفیٰ ﷺ کی حفاظت کرنے میں صرف کردی۔ دینِ متین کے خلاف اٹھنے والے نئے نئے فتنوں کی مؤثر سرکوبی کی، مسلک اہل سنت وجماعت کی شاندار ترجمانی کی، اس دور میں مہدوی تحریک (اسے گمراہ فرقے کے خلاف محدث ہند علامہ طاہر پٹنی صاحب "مجمع بحار الانوار" نے علم حق بلند کیا تھا جس کی پاداش میں اسی فرقے کے چند افراد نے انہیں شہید کردیا تھا، کذا فی نزھۃ الخواطر، ابومحمد) عروج پر تھی جس کا آغاز سنت کی ترویج اور بدعت کے

خاتمے سے متعلق تھا، بعد ازاں مہدویت کا تصور اس سطح تک جا پہنچا کہ دین اسلام کے قطعی
عقیدے ختم نبوت سے ٹکرا گیا، اس تحریک کا بانی سید محمد جونپوری کہتا تھا کہ ہر وہ کمال جو حضرت
محمد ﷺ کو حاصل تھا مجھے بھی حاصل ہو گیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ وہ کمالات وہاں اصالۃً تھے اور
یہاں تبعاً ہیں، اتباع رسول اا اس وجہ کو پہنچ گئی ہے کہ امتی، نبی کی مثل ہو گیا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی
، حضرت علی متقی، اور شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی نے اس تحریک کی شدید مخالفت کی اور مقام
مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی کہتے ہیں۔

اگر سولہویں اور سترہویں صدی کی مختلف مذہبی تحریکوں کا بغور تجزیہ کیا جائے تو یہ حقیقت
واضح ہو جائے گی کہ اس زمانہ کا سب سے اہم مسئلہ پیغمبر اسلام کا صحیح مقام اور حیثیت متعین
کرنا اور برقرار رکھنا تھا۔ تصور امام، عقیدہ مہدویت، نظریہ الفی (دین اسلام کی عمر صرف ایک
ہزار سال ہے) دین الٰہی (اکبری فتنہ) یہ سب تحریکیں پیغمبر اسلام کے مخصوص مقام اور مرتبہ پر
کسی نہ کسی طرح ضرب لگاتی تھیں۔ شیخ عبد الحق کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے
پیغمبر اسلام ﷺ کے اعلیٰ وارفع مقام کی پوری طرح وضاحت کر دی اور اس سلسلہ کی ہر ہر گمراہی
پر شدت سے تنقید کی۔ (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۷۲)

یہ وہ دور تھا کی علماء (سوء) بدعتوں کی سرپرستی کرتے تھے اور فسق و فجور کی حوصلہ افزائی
کرتے تھے، صوفیائے خام نے طریقت کو شریعت سے الگ کر کے تصوف کا حلیہ بگاڑ دیا تھا
ایسے علماء اور مشائخ کی بیہودگیوں نے اکبر بادشاہ کو دین سے برگشتہ کر دیا تھا، ورنہ بقول شیخ
محقق ایک وقت وہ تھا کہ:

بادشاہ اتباع شریعت اور عبادت کا پابند تھا، مشائخ کا بہت عقیدت مند تھا، ایک وقت تک
خطبہ بھی خود پڑھا کرتا تھا۔ (عبد الحق محدث دہلوی، رسالہ ضرب الاقدام، مطبع نامی گرامی اسلامی، صفحہ ۲۷)

پھر ایسا برگشتہ ہوا کہ دن بدن دین سے دور ہوتا چلا گیا، بقول ملا عبد القادر بدایونی ارکانِ

دین اور اسلامی عقائد مثلاً نبوت، کلام، دیدارِ الٰہی وغیرہ کا تمسخر اڑایا جانے لگا، نبی اکرم ﷺ کی نبوت پر صراحتہً اعتراضات کئے جانے لگے، کسی میں مجال نہ تھی کہ دیوان خانے میں اعلانیہ نماز ادا کرے، چار وقت سورج کی عبادت کی جاتی، ماتھے پر قشقہ لگایا جاتا، اسلامی تعلیمات کے خلاف کتے اور خنزیر کی نجاست کا حکم کالعدم قرار دے دیا گیا اور ان کی زیارت کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔

ظاہر ہے ان حالات میں عقائد اور اعمال کے ہر گوشے میں بگاڑ کا پیدا ہونا قدرتی امر تھا، شیخ محقق نے دینی تعلیمات کو فروغ دے کر اس زہر کا تریاق فراہم کیا، شیخ نے اکبر کے انتقال پر نواب سید فرید مرتضیٰ خاں کے ذریعے جہانگیر کو تاریخی خط لکھا جس کی ایک ایک سطر سے دین اور ملتِ اسلامیہ کا درد ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، اس خط میں شیخ محقق نے دنیا کی بے ثباتی، عدل وانصاف کی اہمیت، مقام نبوت اور اتباع شریعت ایسے مسائل پر کھل کر گفتگو کی تا کہ جہانگیر اپنے پیش رو کی گمراہیوں کا مرتکب نہ ہو، اس کے علاوہ شیخ نے اکبری دور کے دیگر امراء سلطنت کو بھی خطوط لکھے اور امراء کی دینی غیرت کو جوش دلایا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی اور شیخ محقق دونوں ہم عصر بھی ہیں اور پیر بھائی بھی، تجدید اسلام، احیاء سنت اور اماتت بدعت کے سلسلے میں دونوں کا ہدف ایک ہے، البتہ طریق کار دونوں کا اپنا اپنا ہے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دونوں نے ایک ہی بات کہی ہے، لیکن مختلف انداز میں، مجدد صاحب کے یہاں انقلابی جوش، سخت گیری اور "برہم زن" کی نعرے ہیں تو شیخ محدث کے یہاں بھی ماحول سے سخت نفرت اور احیاء سنت کا غیر معمولی جذبہ ہے، مجدد صاحب کی طرح وہ ڈنکے کی چوٹ پر بات نہیں کہتے (یہ پروفیسر صاحب کا ذاتی تجزیہ ہے جو بلا دلیل بھی ہے، راقم اسے دلائل کی روشنی میں تسلیم نہیں کرتا کیونکہ شیخ کی کتب کو بالاستیعاب پڑھنے والا کوئی بھی شخص اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ شیخ اپنی بات کو کس طرح برملا بیان کرتے ہیں، اور شریعت کے

حوالے سے کسی قسم کی کوتاہی برداشت نہیں کرتے ،ابو محمد اویسی غفرلہ) لیکن کہتے وہی ہیں جو مجدد صاحب نے کہا ہے۔ (خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۳۰۲)

دربارِ اکبری کے مشہور شاعر اور بے نقطہ تفسیر ''سواطع الالہام'' کے مصنف فیضی کے شیخ محقق سے گہرے تعلقات تھے، فیضی کے خطوط پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسے شیخ سے کتنی عقیدت ومحبت تھی؟ شیخ اگر چاہتے تو فیضی اور ابوالفضل کے ذریعے دربارِ اکبری میں بڑے سے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے فقر وفاقہ اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی اور ان کے فقرِ غیور نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ عظمتِ اسلام پر حرف آئے۔ فیضی جیسا علامہ اور مخلص دوست جب صراط مستقیم سے بھٹک گیا تو اس کی فرمائش کے باوجود شیخ نے اس سے ملنا پسند نہ کیا۔

''فہرس التوالیف'' میں شیخ محقق نے جس قدر تند وتیز تبصرہ فیضی کے بارے میں کیا ہے کسی دوسرے معاصر کے بارے میں نہیں کیا، غیرت ایمانی کا لہوان کے قلم سے ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے، فرماتے ہیں۔

فیضی اگرچہ فصاحت وبلاغت اور کلام کی پختگی میں ممتاز روزگار تھا، لیکن افسوس کہ اس نے کفر اور گمراہی کے گڑھے میں گر کر بدبختی کا نشان اپنے حالات کی پیشانی پر لگا لیا، نبی اکرم ﷺ کی ملت اور دین والوں کے لیے اس کا اور اس کی منحوس جماعت کا نام لینے سے بھی پرہیز ہے، اللہ تعالیٰ ان پر رجوع فرمائے، اگر وہ مومن ہیں۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین ہو دہلی، صفحہ ۳۳۲)

علم حدیث کی تشریح اور ترویج

علم حدیث شمالی ہند سے تقریباً ختم ہو چکا تھا جب اللہ تعالیٰ کی توفیق نے شیخ محقق نے علوم دینیہ خصوصاً علم حدیث کی شمع روشن کی، انہوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف کو

ایک مشن کے طور پر اپنایا تو ہندوستان کی فضائیں قال اللہ، قال الرسول کی صداؤں سے گونج اٹھیں۔

حضرت شیخ محقق کی تصانیف کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے، ان کے خاندان کی حدیثی خدمات کا مختصر تذکرہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

شیخ نور الحق بن شیخ محقق (متوفی ۹ شوال ۱۰۷۳ھ) نے چھ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح "تیسیر القاری" کے نام سے فارسی میں لکھی، انداز وہی ہے جو شیخ محقق کا "اشعۃ اللمعات" میں ہے، "شرح شمائل ترمذی" لکھی جس کا قلمی نسخہ رامپور کے کتب خانے میں موجود ہے۔

شیخ نور الحق کے پوتے شیخ سیف اللہ بن شیخ نور اللہ نے شمائل ترمذی کی شرح "اشرف الوسائل" کے نام سے لکھی، شیخ نور الحق کے دوسرے پوتے شیخ محب اللہ نے صحیح مسلم کی شرح "منبع العلم" کے نام سے لکھی، شیخ محب اللہ کے فرزند اکبر حافظ محمد فخر الدین نے "حصن حصین" کی شرح، فارسی میں لکھی، حافظ محمد فخر الدین کے صاحبزادے شیخ الاسلام محمد، دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز رہے، انہوں نے بخاری شریف کی شرح چھ جلدوں میں لکھی جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام محمد کے صاحبزادے شیخ سلام اللہ نے مؤطا امام مالک کی شرح "شرح محلی بجل اسرار المؤطا" دو جلدوں میں لکھی، اس کے علاوہ "شرح شمائل ترمذی" لکھی، شیخ سلام اللہ کے صاحبزادے شیخ محمد سالم نے "رسالہ نور الایمان" اور "رسالہ اصول الایمان" لکھا۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۲۶۳، ۲۵۸)

غرض یہ کہ شیخ محقق اور ان کے خاندان نے علوم دینیہ اور حدیث شریف کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں :

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جس وقت مسند تدریس بچھائی اس وقت شمالی ہندوستان میں حدیث کا علم تقریباً ختم ہو چکا تھا، انہوں نے اس تنگ و تاریک ماحول میں علوم دینی کی ایسی شمع روشن کی کہ دور دور سے لوگ پروانوں کی طرح کھچ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے، درس حدیث کا ایک نیا سلسلہ شمالی ہندوستان میں جاری ہو گیا، علوم دینی خصوصاً حدیث کا مرکز ثقل، گجرات (شیخ ابن حجر مکی کے جلیل القدر شاگرد شیخ علامہ طاہر پٹنی، صاحب "مجمع بحار الانوار" گجرات کے رہنے والے تھے، اور علم حدیث کی ہند میں اولین شمع روشن کرنے والوں میں سے ایک ہیں، غالباً اسی جانب اشارہ ہے، ابو محمد) سے منتقل ہو کر دہلی آ گیا، گیارہویں صدی کے شروع سے تیرہویں صدی کے آخر تک علم حدیث پر جتنی کتابیں ہندوستان میں لکھی گئی ہیں، ان کا بیشتر حصہ دہلی یا شمالی ہندوستان میں لکھا گیا ہے، یہ سب شیخ عبد الحق کا اثر تھا۔

(خلیق احمد نظامی: حیات شیخ محقق، ندوۃ المصنفین، دہلی، صفحہ ۴۳)

☆ شیخ محقق کی دینی خدمات کے بارے میں چند تاثرات ملاحظہ ہوں۔

حضرت علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے شیخ محقق کے تذکرے کا آغاز ان کلمات سے کیا ہے:

"وہ صوری اور معنوی کمال کے جامع اور جمال نبوی کے عاشق صادق تھے، انہیں شہرت کا عظیم حصہ ملا، مؤرخین میں سے کسی نے اجمالاً اور کسی نے تفصیلاً ان کا تذکرہ کیا ہے، دہلی میں واقع ان کے مزار کے گنبد میں ایک پتھر پر ان کے مختصر حالات فارسی میں لکھے گئے، میں ان کا عربی میں ترجمہ کر رہا ہوں"۔

(علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی، سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان، حیدرآباد، دکن، صفحہ ۵۲)

مولوی فقیر محمد جہلمی، علامہ غلام علی آزاد بگرامی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

باون ۵۲ سال کی عمر میں ظاہر و باطن کی جمعیت سے تمکنت (قدرت) حاصل کر کے تکمیل

فرزندان وطالبان میں مشغول ہوئے اور نشر علوم خصوصاً علم حدیث شریف میں ایسی طرز سے جو ولایت عجم میں کسی کو علمائے متقدمین ومتاخرین سے حاصل نہ ہوا تھا، ممتاز و مستثنیٰ ہوئے اور فنون علمیہ خصوصاً فنِ حدیث میں کتب معتبرہ تصنیف کیں جن پر علمائے زمانہ فخر کرتے اور ان کو اپنا دستور العمل جانتے ہیں اور اہل دانش، خواص وعوام دل وجان سے ان کے خریدار ہیں۔

(فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، صفحہ ۴۳۰)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

ہندوستان جب سے فتح ہوا اس میں علم حدیث نہیں تھا، بلکہ کبریت احمر کی طرح کمیاب تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان کے بعض علماء مثلاً شیخ عبدالحق ترک دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ اور ان جیسے دوسرے علماء پر اس علم کا فیضان کیا، شیخ وہ پہلے عالم ہیں جو ہند میں علم حدیث لائے اور یہاں کے لوگوں کو بہترین انداز میں یہ علم سکھایا، پھر یہ منصب ان کے صاحبزادے شیخ نور الحق متوفی ۱۰۷۳ھ نے سنبھالا۔

(صدیق حسن خاں بھوپالی، الحطہ، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۱۶۰، ۱۶۱)

شیخ محقق کی تصانیف پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیخ کی تمام تصانیف علماء کے نزدیک مقبول اور محبوب ہیں، علماء ان کو شوق سے پڑھتے ہیں اور واقعی وہ اس لائق ہیں، ان کی عبارات میں قوت، فصاحت اور سلاست ہے، کان انہیں محبوب رکھتے ہیں اور دل لطف واندوز ہوتے ہیں۔

(صدیق حسن خاں بھوپالی، الحطہ، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۱۴)

مولوی فقیر محمد جہلمی لکھتے ہیں:

آپ کی فضیلت اور تنقید حدیث (یعنی علوم حدیث کی مہارت) میں کوئی موافق ومخالف شک نہیں کرسکتا، مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ انصاف سے اندھا کردے یا تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ دے۔ اعاذنا اللہ معہا (فقیر محمد جہلمی حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، صفحہ ۴۳۰)

نوٹ: استاذ العلماء علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مضمون ختم ہوا، یہ مضمون ہم نے آپ کی کتاب ''نور نور چہرے'' سے لیا ہے نیز ''**اشعۃ اللمعات**'' جلد ۵ کے آغاز میں بھی موجود ہے، اب ہم ذیل میں شیخ محقق کی کچھ مزید تصانیف کا تذکرہ پیش کر رہے ہیں۔

شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف

(1) اشعة اللمعات شرح مشکوة (فارسی)

(2) لمعات التنقیح فی مشکوة المصابیح (عربی)

(3) شرح سفر السعادة (فارسی)

(4) مدارج النبوة ومراتب الفتوة (فارسی)

(5) اخبار الاخیار (فارسی)

(6) جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی)

(7) زبدة الاسرار (عربی)

(8) زبدة الآثار (فارسی)

(9) تکمیل الایمان وتقویة الایقان (فارسی)

(10) شرح فتوح الغیب (فارسی)

(11) ماثبت من السنة فی ایام السنة (عربی)

(12) جامع البرکات منتخب شرح مشکوة (عربی)

(13) آداب الصالحین (فارسی)

(14) کتاب المکاتیب والرسائل (فارسی) (68 رسائل کا مجموعہ)

(15) کشف الالتباس فی استحباب اللباس (فارسی)

(16) تحصیل التعرف فی معرفة الفقه والتصوف (عربی)

(17) ترجمہ مشکوۃ الانوار (فارسی)

(18) هدیۃ الناسك الی طریق المناسك (فارسی) مناسک حج وآداب زیارت

(19) اسماء الرجال والرواۃ المذکورین فی کتاب المشکوۃ (عربی)

(20) ترجمہ الاحادیث الاربعین فی نصیحۃ الملوك والسلاطین (فارسی)

(21) جمع الاحادیث الاربعین فی ابواب علوم الدین (فارسی)

(22) ترجمہ مکتوب النبی الاجل فی تعزیۃ ولد معاذ بن جبل (فارسی)

(23) رسالہ اقسام الحدیث (عربی)

(25) مجمع البحرین فی الجمع بین الطریقین (فارسی)

(26) ترجمہ کتاب غنیۃ الطالبین (فارسی)

(27) شرح الصدور بتفسیر آیۃ النور (عربی وفارسی)

(28) التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی (عربی)

(29) تحصیل الغنائم والبرکات بتفسیر سورۃ والعادیات (فارسی)

(30) شرح شمسیہ (عربی)

(31) حاشیہ الفوائد الضیائیہ المعروف شرح ملاجامی (عربی)

(32) الدر الفرید فی بیان قواعد التجوید (عربی)

(33) شرح القصیدۃ الجزریہ (عربی)

(34) نظم آداب المطالعۃ والمناظرہ (فارسی)

(35) تاریخ سلاطین هند، یا تاریخ حقی یا ذکر ملوك (فارسی)

جب اس چیز پر غور کیا جاتا ہے کہ ایک ہی قلم سے یہ مختلف النوع تصانیف نکلی ہیں اور ان سب کا علمی معیار نہایت اعلیٰ ہے، تو شیخ الاسلام کے علمی تجربے کا غیر فانی نقش دل پر قائم ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ:

"یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر تو آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند"

حضرت شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے قلم و قرطاس سے بلا شبہ دین اسلام کی وہ بے مثال خدمت کی ہے جس کی نظیر صدیوں میں کہیں ملتی ہے آپ کی تصانیف مختلف علمی و فکری و اصلاحی موضوعات پر مشتمل ہیں بعض سیرت نگاروں نے انتہائی کدوکاش کے بعد 30 علوم و فنون پر آپکی تصانیف شمار کی ہیں، لیکن راقم الحروف اس سے قطعاً متفق نہیں کیونکہ حضرت شیخ کی فقط موجودہ کتب کو پڑھنے کے بعد صاحب علم اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضرت شیخ کس طرح متانت و سنجیدگی کے ساتھ بے شمار علوم و فنون کے مسائل و قواعد کے متعلق گفتگو کرتے چلے جاتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تصانیف کے شمار میں مؤرخین نے مختلف تعداد بیان کی ہیں جن میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے، بعض مؤرخین نے آپ کی تصانیف کی کل تعداد 60 بتائی ہے بعض نے 100 اور بعض 116 بیان کی ہے، اس اختلاف کی بنیادی وجہ آپ کے رسائل کا تعین ہے بعض مؤرخین آپ کے رسائل کو جس کا مجموعہ **"کتاب المکاتب والرسائل"** ہے ایک ہی کتاب مانتے ہیں ، حالانکہ اس میں تقریباً 68 رسائل موجود ہیں اور بعض مورخین ہر رسالہ کو علیحدہ کتاب مانتے ہیں، لہٰذا اسی وجہ سے تعداد کتب میں مؤرخین کی آراء مختلف ہیں۔

حضرت شیخ کے تمام رسائل کو علیحدہ علیحدہ کتاب تسلیم کرتے ہوئے آپکی بقیہ کتب کو شمار کر کے مؤرخین نے انتہائی تعداد 134 بتائی ہے، اس میں **"کتاب المکاتب والرسائل"** کے علاوہ دیگر رسائل کتب کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ بہر حال فی الوقت یہ تعداد نہایت معتبر و مستند ہے اور اگرچہ حضرت شیخ کی تصانیف 134 سے متجاوز ہیں لیکن ان بقیہ کتب کا سراغ کہیں نہیں ملتا یا تو وہ حوادثات زمانہ کی نظر ہو گئیں یا پھر حضرت شیخ کے کتب خانہ میں لگنے والی آگ کی نظر۔ **واللہ اعلم**

میری متاع جان لٹی تھی کچھ اس طرح　　میں دیکھتا رہا مگر کچھ بھی نہ کر سکا

”شیخ محقق کی جن کتابوں سے اِس تالیف میں عبارات نقل کی گئیں ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں“

(1):اشعة اللمعات (فی شرح مشکوۃ: فارسی 4 جلدیں اُردو ترجمہ 7 جلدیں)

(2): مدارج النبوۃ (فارسی 2 جلدیں، اُردو ترجمہ 2 جلدیں)

(3):اخبار الاخیار (فارسی واُردو ترجمہ)

(4): آداب الصالحین (فارسی واُردو ترجمہ)

(5):زبدۃ آلا ثار (فارسی واُردو ترجمہ)

(6):شرح سفر السعادۃ (فارسی واُردو ترجمہ)

(7):شرح فتوح الغیب (فارسی واُردو ترجمہ)

(8):تکمیل الایمان (فارسی واُردو ترجمہ)

(9):مائبت من السنة فی ایام السنة (عربی واُردو ترجمہ)

(10):جذب القلوب الی دیار المحبوب (فارسی واُردو ترجمہ)

(11): کشف الالتباس فی استحباب اللباس (فارسی واُردو ترجمہ)

(12):تحصیل التعرف فی معرفة الفقه التصوف (عربی واُردو ترجمہ)

(13):مرج البحرین فی الجمع بین الطریقین (فارسی واُردو ترجمہ)

نوٹ : بقیہ کتب کی فہرست آخر میں ماخذ ومراجع کے تحت موجود ہے۔

شانِ رسالت وعظمت نبوت ﷺ

بہ مصطفیٰ برساں خویش راکہ دیں ہمہ او است
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

حضرت شیخ الاسلام علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اکبری

دورِ الحاد میں جب کہ شانِ رسالت ﷺ کی بے حرمتی کی جارہی تھی اور اسلام کی عظمتیں پامال ہورہی تھیں، شیخ نے ایسے وقت میں لوگوں کو مقامِ رسالت سے روشناس کرایا اور سرورِ دو عالم ﷺ کے آداب وخصائص، اختیارات وتصرفات اوران کی عظمتوں کو اپنی کتابوں میں پوری قوتِ تحریر کے ساتھ بیان کیا جس نے گم گشتگانِ راہ کو ہدایت سے ہمکنار کیا اور اہلِ اسلام کو دین حق پر استقامت بخشی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم ومحبت شیخ کی کتب وعبارات کی ہر ہر سطر سے نمایاں ہے، آج بھی اُن کے رشحاتِ قلم کے جواہر پارے اِس دورِ بے ادبی کے لئے شمع ہدایت ہیں چونکہ آج کے زمانے میں پھر طرح طرح سے حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے متعلق نازیبا گفتگو کی جارہی ہے اور مقامِ رسالت ومنصب نبوت کے لئے نہایت گستاخانہ کلمات کہے جارہے ہیں اس لئے ہم اِس جگہ ذرا تفصیلاً حضرت شیخ کی عبارات نقل کردیتے ہیں، کہ جس طرح اکبری دورِ الحاد میں اُن کی انہی عبارات نے لوگوں میں شمع ہدایت روشن کیں اور لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن کیا، آج بھی انشاء اللہ گم کردہ لوگوں کے لئے یہ کلمات وعبارات یقیناً ہدایت کا سبب ہوں گے اور ہدایت دینا تو اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

(۱)......جس طرح خالقِ موجودات کا شکر ادا کرنا انسان کی طاقت وامکان سے باہر ہے اسی طرح سرورِ کائنات ﷺ کی ”مدح وثناء“ تشریح وزیادتی سے بالاتر ہے جو کچھ حدِ اُحدیت کے علاوہ متعین ہے ذاتِ محمدی اس کا بیان اور جو صفات مبہم ذاتِ احدیت میں ہیں، ذاتِ محمدی اُن کے لئے باعثِ ظہور ہے غرض کہ جتنے بھی علوی یا سفلی انوار ہیں سب آپ کے پرتو نور سے ظہور پذیر ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ذاتِ حق کی صفات کا ادراک وعرفان اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک حضور نبی کریم ﷺ کی کنہ ذات سے واقفیت نہ ہو۔

حق را بچشم اگر چہ ندید ند لیکنش
از دیدنِ جمال محمد شناختند
اُو را بچشم دید و نشنا ختند ازاں
کز صورتش غشاوهٔ معنیش بسا ختند

(مقدمہ اخبار الاخیار فارسی، صفحہ 4، اردو، صفحہ 20,21)

(2)......اخبار الاخیار کے مقدمہ میں حضرت شیخ نے نہایت خوبصورت انداز والفاظ میں مقام رسالت و نبوت اور شانِ رفعت و عظمت کا بیان کیا ہے، اب شیخ کی والہانہ عقیدت و محبت، اور اکرام وجلال کے موتی بلیغ انداز میں یکجا ملاحظہ فرمائیں، چونکہ اصل لطفِ کلام فارسی عبارت میں ہے لہٰذا ہم فارسی عبارت مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

در اوّل باعثِ خلقت عالم است و در آخر واسطه هدایت بنی آدم، درباطن مربی ارواح و در ظاهر متمم اشباح، کاسرِ ارکان ادیان و دُوَل، ناسخ احکام ملل ونحل، فصّ خاتم وجود، نقش معرفت و شهود، مقصود معتکفانِ مقصورۀ افلاك، مقصد سالکان مطمورۀ خاك، متمّم مکارم اخلاق مکمل کاملانِ آفاق، حاجز منزلینِ وُجود وعَدم، برزخ بحرین حدوث و قدم، جامع نسخه امکان ووُجوب، موجب رابطۀ طالب ومطلوب، عزیزِ مصرِ صمدیت، مَلِك مملکتِ احدیت، مظهرِ حقیقتِ فردانیت، مظهرِ صورتِ رحمانیت، سرِّ مکتوم غیبِ لاهوت، طلسم معلوم کنج جبروت، مروح ارواح ملکوتیه، مزیّن اشباح ناسوتیه، بدایتِ خطّ ولایت، نهایتِ دائرۀ نبوت، مظهرِ اتم، رحمتِ اعم، عقلِ اوّل، ترجمانِ ازل، نورِ انوار، سرّ اسرار، هادئ سُبل، سیّد رُسل، نور اَسنٰی، سرّ ابهٰی، حبیبِ اعلٰی، صفی اصفٰی، محمد مصطفی ﷺ۔

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ ابتداء میں تخلیقِ کائنات کا سبب اور آخر میں بنی آدم کی ہدایت کا وسیلہ ہیں، باطن میں تربیت کنندۂ ارواح، اور ظاہر میں تکمیل کنندۂ اجسام، ارکانِ مذاہب کو گرانے والے، ادیانِ سابقہ کو منسوخ کرنے والے، انگشتریٔ وجود کا نگینہ اور نگینۂ معرفت وشہود کا نقش ہیں، تصورِ اخلاق کا مقصود، سالکین اہلِ زمین کا مطلوب، مکارم اخلاق کے تکمیل کرنے والے، کاملوں کو درجۂ کمال تک پہنچانے والے، وجود وعدم کی منزلوں کے

مابین واسطہ، حدوث وقدم کے سمندروں کے مابین سنگم، امکان و وجوب کے جامع، طالب و مطلوب میں واسطہ، مملکت صمدیت کے عزیز، اور حکومت الٰہی کے بادشاہ، حقیقتِ خلوت کے مظہر، صورتِ رحمانیت کا جلوہ، عالَم لاہوت کے سربستہ راز، خزانۂ جبروت سے واقف، ارواح ملکوتیہ کو تر و تازگی بخشنے والے، اجسام ناسوت کو رونق دینے والے، ولایت کے رہنما، دائرہ نبوت کی انتہا، مظہرِ کامل، رحمتِ عالم، عقلِ اول، ترجمانِ ازل، نورالانوار، سرِّ اسرار، تمام انسانیت کے لئے ہدایت، تمام رسولوں کے سردار، روشن نور، سربستہ راز، اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ محبوب، سب سے زیادہ برگزیدہ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ

(مقدمہ اخبار الاخیار فارسی، صفحہ 4، اردو، صفحہ 22)

(3)...... هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (وہی ذات اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور وہ ہر شے کا جاننے والا ہے) یہ کلماتِ اعجاز خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء پر بھی مشتمل ہیں جن سے قرآن مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ پڑھا اور حضور ﷺ کی نعت وصفت کو بھی متضمن ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے یہ نام وصفات رکھے اور وحی متلو و غیر متلو (قرآن و حدیث) میں کتنے اسماءِ حسنیٰ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہیں کہ اپنے حبیب ﷺ کو بھی ان سے موسوم فرمایا اور ان کے جمال و کمال کا زیور بنایا۔

اگرچہ حضور ﷺ تمام صفات و اسماءِ الٰہی سے متصف ہیں پھر بھی بعض اسماء و صفات سے خاص طور پر نامزد و مشہور ہیں، جیسے نور، حق، علیم، حکیم، مومن، مہیمن، ولی، باری، رؤف، رحیم وغیرہ اور یہ چاروں نام اول، آخر، ظاہر، باطن بھی اسی قبیل سے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج 1، صفحہ 1)

(4)...... حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں اجمالی طور پر یہ عقیدہ رکھنا چاہئے کہ جو کچھ مرتبہ الوہیت اور اس کی صفات کے علاوہ ہے وہ حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے تمام بشری فضائل و کمالات سے آپ ﷺ موصوف ہیں، اور ہر خوبی و کمال آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس میں راسخ و کامل طور پر موجود ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 202)

اسی مطلب کو حضرت شیخ محقق اپنے اشعار میں یوں بیان کرتے ہیں:

ثنایش گو ولے چوں نسبت ایفایش زِ تو ممکن

بایں یک بیت مدحش را علیٰ الاجمال اکفا کن

مخواں اُو را خدا از بھرِ امرِ شرع وحفظِ دِیں

دِگر ھر وصف کش میخواھی اندر مدحش املا کن

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 322، اردو، صفحہ 627)

(5)...... معلوم ہونا چاہئے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فضائل وخصائص جن کے ساتھ آپ انبیاء سابقین سے ممتاز ہیں اور جو ظاہر و باطن میں آپ ﷺ ہی کی ذات کے لئے خاص ہیں اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے لئے کوئی حد وشمار نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الطہارۃ، ج 1، صفحہ 712)

(6)...... تمام مخلوقات میں بے مثل ذات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے، آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہونے میں فردِ کامل اور واحد ذات ہیں، اسمائے واجب تعالیٰ سے علی الاطلاق موصوف ہونے والے بھی آپ ﷺ ہی ہیں، کوئی بھی ہستی آپ ﷺ کی مثل اور نظیر نہیں ہے۔

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

(اشعۃ اللمعات، کتاب اسماء اللہ تعالیٰ، ج 3، صفحہ 480)

(7)...... "مجھے دنیا وآخرت کی بھلائی اور سعادت کی راہنمائی کا سبب بنا کر بھیجا" یہ رحمت کی تفسیر ہے اور یہ معنوی اور روحانی رحمت کا بیان ہے، صوری اور جسمانی رحمت بھی آپ ﷺ کے وجود شریف کے طفیل تمام مخلوقات کو یہاں تک کہ کافروں کو بھی شامل ہے، جیسے زمین میں دھنس جانے، شکلوں کے مسخ ہونے اور غرق ہونے سے محفوظ و مامون رہنا، جب کہ پہلی امتیں اس قسم کے عذابوں سے دوچار ہوئیں۔

بلکہ آپ ﷺ تمام جہان کے سب اجزاء وارکان کے لئے رحمت ہیں، جیسے مٹی کا پاک کرنے والی ہونا، بدنوں اور کپڑوں سے نجاست دور کرنے والی ہونا، (تمام زمین کا) مسجد ہونا، ہلاکت وعذاب کا سبب نہ ہونا، ہوا کا دین اور اہلِ دین کی امداد کا سبب ہونا، صدقات جو فقراء و مساکین کی منفعت اور بھلائی کا سامان ہیں آگ کا انہیں نہ جلانا، شیاطین فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمانوں کے قریب جایا کرتے تھے آسمانوں کو ان کی نجاست سے پاک کردیا گیا خصوصاً معراج کے وقت تمام عالم بالا آپ ﷺ کے نور اور برکتوں سے منور ومشرف ہوا۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب القصاص، باب بیان الخمر ووعید شاربھا، ج،4، صفحہ،723)

(8)......حضور نبی کریم ﷺ کے آداب مدنظر رکھنے میں یہ قاعدہ واُصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقام الوہیت اور اس کی قدسی صفات وخصائص کو چھوڑ کر باقی جملہ کمالات وخوبیاں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ثابت شدہ ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،457)

(9)......شاہ رسل، شفیعِ امم، خواجہ دوکون ۔۔۔ نورِ ہدیٰ، حبیب خدا، سیدِ انام ﷺ

ترجمہ: رسولوں کے بادشاہ، امتوں کے شفاعتی، دونوں جہان کے سردار، نور ہدایت اللہ تعالیٰ کے محبوب، مخلوق کے سردار۔

مقصودِ ذات اُوست دِگر ہاہمہ طفیل

منظور نور اُوست دِگر جملگی ظلام

ترجمہ: آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس مقصودِ اصلی، باقی سب طفیلی ہیں، آپ ﷺ کا نور ہی چمکنے والا ہے باقی سب تاریکی ہے۔

ہر مرتبہ کہ بود در امکان بروست ختم ۔۔۔ ہر نعمتے کہ داشت خدا شد بر وتمام

ترجمہ: جو بھی بلند مرتبہ ممکن ہو آپ اس پر فائز ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں وہ آپ پر تمام ہیں۔ (مقدمہ اخبار الاخیار فارسی، صفحہ،4، اردو، صفحہ،22,23)

(10) رسولٌ کریمٌ نبیٌ نبیہ　　رفیعٌ شفیعٌ عزیزٌ وجیہ

ترجمہ: رسول ہیں، کریم ہیں، نبی ہیں، عاقلِ کامل، بلند مرتبہ، شفاعت کرنے والے، باعزت ووجاہت ہیں۔

بشیرٌ نذیرٌ سراجٌ منیر　　رحیمٌ فخیمٌ عظیمٌ خطیر

ترجمہ: بشارت دینے والے، ڈرانے والے، روشن چراغ، رحم کرنے والے، بلند مرتبہ، صاحب عظمت، عظیم المرتبت ہیں۔

رضیٌ وصیٌ تقیٌ نقی　　سخیٌ بہیٌ علیٌ غنی

ترجمہ: پسندیدہ، نصیحت کرنے والے، پاک وصاف، سخاوت کرنے والے، صاحبِ جمال، بلند وبالا اور بڑے غنی ہیں۔

عطوفٌ رؤفٌ کریمٌ رحیم　　علیمٌ رحیمٌ سلیمٌ کلیم

ترجمہ: مہربان، شفیق، کریم صاحب رحم، صاحب علم ورحمت، بے عیب، اللہ سے گفتگو کرنے والے ہیں۔ (مقدمہ اخبار الاخیار فارسی، صفحہ،4، اردو، صفحہ،23)

اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ واولیاء رحمہم اللہ

(1)...... مذہب مختار یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے احکام حضور نبی کریم ﷺ کے سپرد فرمادیئے ہیں آپ ﷺ (کو اختیار ہے) جو چاہیں حکم دیں، جس کے لئے چاہیں، منع فرمادیں اور جس کے لئے چاہیں تخصیص فرمادیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ج،6، صفحہ،150)

(2)...... یہاں سرورعالم ﷺ نے کمال عزت وعظمتِ ربوبیت کے پیش نظر اپنے آپ کو حدبشریت وضعف عبودیت پر رکھا ہے ورنہ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق، نائب کل ہے، آپا جو چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے دیتے ہیں اور کرتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب اشراط الساعۃ، ج،6، صفحہ،434)

(3)......اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ شرعی احکامات حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے کر دیئے گئے ہیں یعنی آپ ﷺ جو کچھ فرمائیں، وہی حکم شرعی بن جاتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الحج، ج،3، صفحہ،648)

(4)...... علماء اسلام کا مذہب یہ ہے کہ شرع کے احکام حضور نبی کریم ﷺ کے حوالے کر دیئے گئے ہیں آپ ﷺ جو چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں کوئی چیز حلال فرمادیتے ہیں اور کسی چیز کو حرام فرمادیتے ہیں، بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس گھاس (یعنی اذخر گھاس جو مدینہ میں اُگتی تھی اور لوگوں کے ضرورت کی چیز تھی) کے کاٹنے کی اجازت اپنے اجتہاد سے دی مگر پہلا مذہب (یعنی احکام شرعی میں آپ کا مختار ہونا) صحیح تر اور ظاہر و افضل ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب حرم مکہ، ج،3، صفحہ،810)

(5)......حضور نبی کریم ﷺ کو یہ حق حاصل ہے کہ بعض احکام (کچھ) اشخاص کے لئے خاص کر دیں، کیونکہ جملہ احکام قول صحیح کے مطابق آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،686)

خالقِ کُل نے آپ کو مالکِ کُل بنادیا
دونوں جہان دے دیئے قبضہ و اختیار میں

(6)......حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں شیخ ارشاد فرماتے ہیں۔ اطلاق سوال کہ فرمایا (حضور ﷺ نے) "مانگ" اور کسی مطلوبِ خاص کی (اس کلمہ "مانگ" میں) تخصیص نہ کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کام آپ ﷺ کے دستِ ہمت وعزت کے قبضہ میں ہیں اور آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں جس کے لئے چاہتے ہیں اپنے پروردگار کے اذن سے عطا فرماتے ہیں، دنیا و آخرت کی نعمتیں آپ کے جود و سخا کا ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے علوم آپ کے علم میں سے (کچھ حصہ) ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،247)

مالک ہیں خزانہ قدرت کے جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خلد جناب ربیعہ کو بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

(7)......صحیح اور مختار مذہب یوں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو احکام تفویض فرما گئے ہیں آپ ﷺ جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمائیں، ایک فعل ایک کے حق میں حرام قرار دے دیں اور دوسرے کے حق میں وہی فعل مباح فرمادیں، ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ حق کی اتباع کرنے والوں پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،260 ومدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،343)

(8)...... بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں یہ دعا ہے تو انہیں کے ہاتھ میں تصرف وتمکن ہے اور تدبیرِ کار اور زمام اختیار آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وکیل اور سفیر ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،328)

(9)...... "اخبار الاخیار" میں شیخ حاجی عبدالوھاب بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

انہیں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو) جنت کا وارث بنا دیا ہے، اب ان کو اختیار ہے کہ جس کو چاہیں جنت میں آنے دیں اور جس کو چاہیں روک دیں، وہ دنیا وآخرت کے بادشاہ ہیں اور انہی کے لئے دنیا، جنت اور مشاھدات ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ،216، اردو، صفحہ،456)

(10)......آپ ﷺ کے لئے مباح تھا کہ فتح سے قبل ہی زمین کو تقسیم فرما دیں، کیونکہ مالک الملک نے تمام اراضی اور ممالک کا آپ ﷺ کو مالک بنا دیا تھا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ تو جنت کی زمین کو تقسیم فرمانے والے ہیں پھر دنیاوی زمین کی تقسیم کرنے والے تو بطریق اولیٰ ہوں گے۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،186)

(11)...... حضور نبی کریم ﷺ تمام ارواح کے "ابوالارواح" معدنِ انوار اور منشائے موجودات ہیں، اس وجہ سے تمام ارواح بمنزلہ جسم کے ہیں اور رسول اللہ ﷺ جان ہیں، آپ

ﷺ کوتمام ارواح سے وہی تعلق ہے جو جان کو جسم سے ہوتا ہے، نیز آقائے کائنات ﷺ کو روح علوی، تمام موجودات اوران کے باہمی تعلقات پر کامل قبضہ وتصرف اور اختیار واقتدار حاصل ہے۔ (اخبارالاخیار، فارسی، صفحہ،255، اردو، صفحہ،519)

شیخ الاسلام شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ دلائل وسابقہ عبارات سے حضور نبی کریم ﷺ کے اختیارات کا ثبوت نہایت روشن طریقہ سے واضح ہوگیا، حضرت شیخ محقق نے جہاں آپ ﷺ کا مختار ہونا ثابت فرمایا ہے وہیں آپ ﷺ کے طفیل آپ کے محبوبوں یعنی ''اولیا اللہ'' کے بھی بعض اختیارات کو بیان کیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا مسلک وعقیدہ نا صرف آپ ﷺ کے ''مختارِکُل'' ہونے کا ہے بلکہ آپ ﷺ کے صدقے وطفیل سے اولیاءاللہ کے لئے بھی اختیارات ثابت فرما کر اپنے عقیدہ کا بانگ دُہل اعلان فرمایا ہے، چنانچہ شیخ لکھتے ہیں:

(12)......شیخ ابوسعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ سے قطب وقت کے اوصاف دریافت کے گئے تو آپ نے فرمایا کہ'' قطب تمام اُمور وقت کو اپنے قبضہ میں رکھتا ہے اور کون ومکان کے تمام اُمور کا اختیار اسے دے دیا جاتا ہے''۔ (زبدۃ الآثار، صفحہ،38)

(13)......یہاں حدیث میں لفظ''ولی'' آیا ہے جو''ولایت'' سے نکلا ہے، ولایت کا معنی محبت کرنا اور مدد کرنا، کام کسی کے سپرد کرنا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نظام کائنات کے بہت سے کام اپنے ولیوں کے سپرد کرتا ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الذکر، ج،3، صفحہ،402)

علم غیب انبیائے کرام واولیائے عظام ﷺ

حضرت شیخ الاسلام سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب متفرقہ میں کئی مقامات پر علم غیب مصطفیٰ ﷺ اور علم انبیاء کرام واولیاء عظام کو ثابت کیا ہے، ہم ذیل میں اِن عبارات کے تراجم زیب قرطاس کررہے ہیں۔

(1)......مگر ظاہر یہ ہے کہ سرورِ انبیاء وخلاصہ اہل اصطفاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین اس عدم اطلاع کے حکم سے مستثنیٰ ہیں کہ آپ ﷺ کو تو اولین وآخرین کے علوم عطا کردیئے گئے ہیں اور اشیاء کی حقیقتیں جیسی کے وہ ہیں آپ ﷺ کو دکھادی گئیں ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، باب الایمان علی التقدیر، ج،1، صفحہ،322)

(2) حدیث کے جزء "فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ" کے تحت لکھتے ہیں۔

یہ تمام کُلی و جزوی علوم اور اُن کے احاطہ سے عبارت ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کو تمام کلی و جزوی علوم عطا کردیے گئے اور آپ ﷺ کا علم تمام کو محیط ہوگیا۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب المساجد ومواضع الصلوۃ، ج،2، صفحہ،122)

(3)......حضور نبی کریم ﷺ کو ہر چیز کا علم عطا کیا گیا تھا۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب الصلح، ج،5، صفحہ،330)

(4)......مغیبات خمسہ کے علم کے متعلق شیخ فرماتے ہیں:

اور نفی علم سے مراد یہ ہے کہ بے تعلیم الٰہی محض عقل کے ذریعے اِن مذکورہ چیزوں کو کوئی نہیں جان سکتا اور یہ اِن اُمورِ غیبیہ میں سے ہیں جن کا صرف خدا تعالیٰ کو ہی علم ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو وحی والہام کے ذریعے سے بتادے تو یہ امر دیگر جائز ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، فصل اول، ج،1، صفحہ،210)

(5)...... وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (وہ ہر شے کا جاننے والا ہے) اور حضور نبی کریم ﷺ تمام شیونات الٰہی، احکام، صفات حق، تمام اسماء وافعال، آثار اور جملہ علوم ظاہر و باطن اول وآخر کو جانتے ہیں، اور اُن پر محیط ہیں جو اس کے مصداق ہیں فوق کل ذی علم علیم۔

عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا

(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،2)

(6)......اور جو کوئی ابتداء سے آخر تک آپ ﷺ کے احوال شریف کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کیا تعلیم فرمایا ہے، اور آپ ﷺ پر "**ماکان ومایکون**" کے علوم واسرار کا افاضہ کیا ہے، بغیر کسی وہم وگمان اور شک وشبہ آپ ﷺ کی نبوت کی شان کے متعلق جان لے گا اور حضور ﷺ کی اسی فضیلت کامل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،54)

(7)......آپ ﷺ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر نفخۂ اُولیٰ تک یعنی قیامت کے دن تک دنیا میں جو کچھ ہے، وہ سب کچھ آپ ﷺ پر ظاہر کر دیا گیا حتی کہ آپ ﷺ کو سب اگلوں اور پچھلوں کے حالات کا علم دے دیا گیا، ان میں سے کچھ لوگوں کے حالات آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے بیان بھی فرمائے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،226)

(8)......اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے مابین رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے اولین وآخرین سب کا علم عطا ہوا اور مختلف علوم سکھائے گئے اُن میں ایک علم وہ تھا جس کے متعلق مجھ سے عہد لیا گیا کہ اسے ظاہر نہ کروں ہر آدمی کو اس کی تاب نہیں ہے سوائے میرے، اور ایک وہ علم تھا جس کے متعلق مجھے مختار بنا دیا گیا ظاہر کروں یا چھپاؤں، اور ایک وہ علم دیا گیا جس کے لئے ہر خاص وعام کو بتانے کا کہا گیا۔(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،260)

(9)اطفال مشرکین کے متعلق شیخ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"آپ ﷺ ان کی حقیقتِ حال سے آگاہ تو تھے مگر کسی مصلحت کے تحت آپ کو اس کے اظہار و انکشاف کی خدا تعالیٰ سے اجازت نہ تھی (انہیں باتوں میں سے مغیبات خمسہ کا علم بھی مراد لیا جا

سکتا ہے یعنی مغیبات خمسہ کا علم تو تھا مگر مصلحتاً علی العموم بیان نہ فرمایا)۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،350)

(10)...... یہودی اپنے دلوں میں دس سوال لے کر آئے تھے تو تو انہوں نے ظاہر کر دیئے، دسواں سوال جوان سے متعلق اوران کے ساتھ خاص تھا دل میں چھپائے رکھا، حضور نبی کریم ﷺ نے نو سوالات کے جوابات ارشاد فرمائے اور دسواں حکم جو انہوں نے دلوں میں چھپائے رکھا تھا الگ کر کے بیان فرما دیا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،294)

(11) شیخ جزء حدیث "اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ" کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی مجھے اس عمل سے کوئی سروکار نہیں اور میری اس طرف کوئی توجہ والتفات نہیں، اگرچہ حضور نبی کریم ﷺ تمام انسانوں سے دنیوی واُخروی ہر کام کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،432)

(12)...... حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم ﷺ کا راز دان کہتے ہیں آپ کو منافقین کا علم تھا، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات اور فتنے بیان کردیئے تھے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،527)

(13)...... عرش پر سے ایک قطرہ میرے نزدیک ہوا، اور میری زبان پر گرا، پس میں نے اسے اس طرح چکھا کہ اس سے شیریں تر کبھی کوئی چیز کسی نے بھی نہ چکھی، اور مجھے اولین وآخرین کی خبریں حاصل ہوگئیں، میرا دل روشن ہوگیا، عرش کے نور نے مجھے ڈھانپ لیا، پس ہر چیز کو میں نے جان لیا اور مجھے پیچھے سے بھی اس طرح نظر آنے لگا جس طرح کے سامنے سے دکھائی دیتا ہے۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،261)

(14)...... حضور نبی کریم ﷺ نے غیب کے اسرار ورموز کی خبریں ہر لحاظ سے دیں اور حضور

نبی کریم ﷺ پر منافقوں کے سب اسرار اور مسلمانوں کے سب واقعات جو آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں اور آپ ﷺ کے وصال شریف کے بعد پیش آئے منکشف اور ظاہر تھے۔

(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،326)

(15)......اللہ تعالیٰ کے قول "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی روح کی حقیقت کا علم رکھتی ہے دوسرے کسی کو اس کی حقیقت کی معرفت تک پہنچ نہیں ہے، اور حق یہ ہے کہ آیت میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بھی ماہیت روح پر مطلع نہ کیا ہو بلکہ آیت میں یہ احتمال ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو مطلع فرمایا ہوگا اور یہ حکم دیا ہوگا کہ یہ نہ بتائیں، بعض علماء نے قیامت کے علم کے بارے میں بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔ (یعنی قیامت کا علم تھا لیکن بتانے کی اجازت نہ تھی)۔(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،58)

(16)......بندہ مسکین (شیخ عبدالحق) نَفَعَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی بِنُوْرِ الْعِلْمِ وَالْيَقِيْنِ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف کیسے جرأت کر سکتا ہے کہ حقیقت روح کے متعلق سید المرسلین امام العارفین ﷺ کے علم کی نفی کرے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی ذات و صفات کا علم عطا فرمایا ہے، اور تمام اولین و آخرین کے علوم کا دروازہ کھول دیا ہے، تو روح انسانی کی کیا حقیقت ہو سکتی ہے یہ تو اس کی جامع حقیقت کے مقابل ایک قطرہ ہے، دریا میں سے ایک کوزہ ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،59)

(17)......لیکن یہ بھی تو امر بعید نہیں ہے کہ آپ ﷺ کو صنعت و طریق کتابت بھی عطا فرمائے گئے ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر شے کا علم عطا فرمایا ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،301)

(18)......حدیث "وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ" کی وضاحت میں شیخ فرماتے ہیں:

اس فرمان کا ظاہر بتا رہا ہے کہ انجام مبہم ہے کوئی نہیں جانتا کیا ہوگا کیا نہیں ہوگا؟ لیکن یہ بات حضرات انبیاء و رسل خصوصاً سید المرسلین صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کے حوالے سے منفی ہے، کیونکہ دلائل قطعیہ یقینیہ سے ثابت ہے کہ ان ذوات کو اپنی حسنِ عاقبت کا یقین ہوتا ہے۔ نیز مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ (ما یفعل بی ولا بکم) کنایہ ہے از راہِ ادب علم غیب کی تصریح نہ کرنے سے، کلام کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب البکاء والخوف، ج،6، صفحہ،350)

(19)......حدیث "خلافت معاویہ" کے ذیل میں شیخ ارشاد فرماتے ہیں:

شارحین حدیث فرماتے ہیں کہ کلمہ اِنْ اس جگہ جزم کے معنی میں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کو یقیناً معلوم تھا اور آپ ﷺ نے واقع کے مطابق خبر دی تھی کہ یہ بات ہو کر رہے گی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے، لہٰذا آخرِ کار حکومت اِن کے سپرد ہوگئی، یہاں ظن علم و یقین کے معنی میں ہے، نیز یہ حدیث نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دلائل اور معجزات میں سے ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے غیب کی خبر دی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الامارۃ والقضاء، ج،4، صفحہ،770)

(20)......حدیث "زید بن اسلم رضی اللہ عنہ" کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی غیب کی خبر دینے کا معجزہ دیکھا۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،98)

(21)......حدیث انس رضی اللہ عنہ جو کہ جنگِ بدر سے متعلق ہے، اس کے تحت شیخ فرماتے ہیں:

حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے مرنے سے ایک دن قبل خبر دے دی کہ فلاں بد بخت کہاں مرے گا (یعنی مغیبات خمسہ میں سے موت کے علم کے بارے میں بیان فرمادیا اور اس حدیث انس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قال عمر والذی بعثہ بالحق ما اخطأ الحدود التی حدھا رسول

اللہ ﷺ اس کی قسم جس نے انھیں حق کے ساتھ بھیجا کہ وہ لوگ ان حدود سے جو نبی ﷺ نے مقرر فرمائی تھیں بالکل نہ ہٹے یعنی اسی جگہ پر مرے جس کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دن قبل نشاندہی کر دی تھی)۔(اشعۃ اللمعات، کتاب المعجزات، ج،7، صفحہ،324)

(22)......اس واقعہ بدر کے متعلق جو غیبی ارشادات احادیث میں آئے ہیں، ان کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

یہ بطریق معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے غیبی خبر کے ذریعہ مطلع فرمادیا تھا نیز مزید فرماتے ہیں۔ یہ وحی آسمانی اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونے کی وجہ سے ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب المعجزات، ج،7، صفحہ،257,258)

(23)......حدیث عمر "اَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ" کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

مبداء و معاد کے احوال یعنی از ابتدا تا انتہا تمام بیان فرمادیا۔

(اشعۃ اللمعات، باب بدء الخلق، ج،7، صفحہ،104)

(24)......آیت "مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" (یعنی کچھ انبیاء کے واقعات ہم نے آپ پر بیان فرمائے ہیں اور کچھ بیان نہیں کیے) کے تحت شیخ لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ یہ خبر کسی خاص وقت میں ہو، اور اس کے بعد بیان فرمادیے گئے ہوں اگر چہ کتاب الٰہی کی نص میں (اس بارے میں بیان) نہ ہو۔(تکمیل الایمان، صفحہ،76)

(25)......شیخ محقق کی جانب منسوب قول حدیث "مجھے دیوار کے پیچھے کا علم نہیں" پر حضرت شیخ کی مکمل عبارت پیش خدمت ہے، (مخالفین فقط آدھی عبارت پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ تحریف اور حضرت شیخ کی ذات اقدس پر بہتان عظیم ہے، **نعوذ باللہ من ذالک**)۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، میں وہی جانتا ہوں جس قدر اللہ تعالیٰ مجھے بتلاتا ہے، ابھی ابھی مجھے

میرے رب تعالیٰ نے بتایا ہے کہ اونٹنی فلاں جگہ ہے اور اس کی مہار ایک درخت کی شاخ سے الجھی ہوئی ہے، یہ بھی فرمایا، میں بشر ہوں، نہیں جانتا کہ دیوار کہ پیچھے کیا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے بتلائے بغیر میں نہیں جانتا اور بلا شبہ نماز چونکہ حضور ﷺ کے حالات میں سے سب سے افضل وارفع حالت ہے تو اس حالت میں آپ ﷺ کو انکشاف حقائق اشیاء اور اعیان موجود پر اطلاع اتم اور اکمل ہوتی تھی۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوٰۃ، ج،2، صفحہ،184)

ایک تو مخالفین نے اس حوالے کو حضرت شیخ کے زمرے میں زبردستی ڈالنے کی کوشش کی اور دوسرا یہ کہ پھر حوالہ وعبارت بھی مکمل نہ لکھی تا کہ کہیں اصل حقیقت واضح نہ ہو جائے کیونکہ شیخ نے ذاتی علم غیب کی نفی کی ہے، جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے، عطائی علم غیب کو تو حضرت شیخ نے ثابت فرمایا ہے۔

نیز اس حدیث مذکور کے متعلق شیخ نے ''مدارج النبوۃ، فارسی، ج، 1، صفحہ، 7'' پر صراحتاً لکھ دیا ہے، ایں سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ یعنی اس بات کی کوئی اصل نہیں اور اس کی روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ **فافھم**

☆ ایسی تمام باتوں کے متعلق شیخ نے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرمایا، ہم اسے بھی تحریر کر دیتے ہیں، حضرت شیخ ارشاد فرماتے ہیں:

یہاں پر معلوم ہونا چاہیے کہ جو ادب اور قاعدہ صوفیاء اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اسے اپنے شعور میں رکھنا اور رعایت کرنا ہی اس اشکال کے حل اور سلامتی حال کا موجب ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، دبدبہ، غلبہ یا کوئی بات اس قسم کی جیسا کہ آیت ''**انك لاتھدی**'' ''**ولیحبطن عملك**'' ''**ولیس لك من الامر شئی**'' ''**ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا**'' اور اس قسم کی مزید مثالیں موجود ہیں، یا پھر نبوت کی طرف سے بندگی عاجزی واحتیاج اور مسکینی ظاہر ہو جس طرح کے ''**انما انا بشر مثلکم**'' ''**واغضب کما**

یغضب العبد "، "**وما ادری ما یفعل بی ولا بکم** "، "**ولا اعلم ما وراء الجدار** " وغیرہ
اس طرح کے جو ارشادات آئے ہیں، ہمارے لئے ضروری نہیں اور نہ ہی ہمارا مقام ہے کہ اس
میں دخل واشتراک تلاش کریں اور خوشی ظاہر کریں، بلکہ ہمارا مقام تو یہ ہے کہ ادب و خاموشی
کے ساتھ اعراض ظاہر کریں، کیونکہ آقا کا اپنے بندہ پر حق ہے کہ جو چاہے کرے اور اپنی برتری
اور غلبہ ظاہر کرے، اور اسی طرح بندہ بھی اپنے آقا کے آگے بندگی اور عاجزی پیش کرتا ہے
دوسرا کوئی کیا طاقت رکھتا ہے کہ اس مقام میں دخل ڈھونڈے، دخل اندازی کرے اور ادب کی
حد سے نکلے، یہ تو ایسا مقام ہے جہاں کمزور اور جاہل اشخاص کے پاؤں ڈگمگانے سے ان ہی کا
نقصان ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ، 138,137)

(26)......شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی اولیاء اللہ کے لئے بھی علم غیب عطائی کا عقیدہ
رکھتے ہیں، چنانچہ ایک مقام پر آپ سیدنا غوث اعظم، قطب ربانی محی الدین عبدالقادر جیلانی
رضی اللہ عنہ کے قول کو ان الفاظوں میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تمہیں اُن چیزوں کی بھی خبر دیتا جو تم
کھاتے ہو، پیتے ہو اور گھروں میں چھپا کر رکھتے ہو، اگر میرے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہوتی
(یعنی پاس شرع نہ ہوتا) تو میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پیالے کی خبر دیتا، غرض کے دلوں کی
ہر خبر واضح کر دیتا، مگر چونکہ علم دامانِ عالم میں پناہ حاصل کرتا ہے اور ان کی خفیہ چیزوں کو ظاہر
نہیں کرتا"۔ نیز آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں ہر اس خبر کو جانتا ہوں جو تمہارے ظاہر میں ہے
میں اس چیز کی خبر رکھتا ہوں جو تمہارے باطن میں پوشیدہ ہے، میری نگاہ میں تم لوگ شیشے کی
طرح صاف ہو"۔ (زبدۃ الآثار، صفحہ، 78,77 و اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ، 15، اردو، صفحہ، 42)

(27)......حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک اور مقام پر غوث پاک کے متعلق مزید
تحریر کرتے ہیں:

"مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ اُمور سے واقفیت، عالم ملکوت کے بواطن کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذنِ الٰہی حوادث زمانہ میں تصرف و انقلاب، مارنے اور جلانے کے ساتھ متصف ہونا، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کو صحیح کرنا، بیماروں کی شفا، طی زمان و مکان، زمین و آسمان پر اجرائے حکم، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کرنا، غیب کی اشیاء کا منگانا، ماضی و مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات، مسلسل اور ہمیشہ عام و خاص کے درمیان آپ کے قصد و ارادہ سے بلکہ اظہارِ حقانیت کے طریقے پر ظاہر ہوئیں۔

(اخبار الاخیار، اردو، صفحہ 45)

علم غیب سے متعلق سابقاً حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مختلف کتب سے 27 حوالہ جات در "**اثبات علم غیب انبیاء و اولیاء**" سے متعلق لکھے گئے ہیں، جن سے قارئین کرام بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت شیخ محقق کا مسلک و عقیدہ کیا تھا، یعنی شیخ محقق بھی اسی عقیدے و مسلک پر کاربند تھے جن پر جمہور علمائے اسلام، سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہمیشہ سے عمل کرتے چلے آئے ہے۔ یہاں سے اُن لوگوں کو بھی سبق لینا چاہیے جو کہ خود کو شیخ محقق کی جانب منسوب کرتے ہیں مگر عقائد و مسلک کے معاملے میں یکسر شیخ سے مخالف و متصادم نظر آتے ہیں، انہیں چاہیے کہ یا تو اپنے عقائد و مسلک کو شیخ کے طریقہ کے مطابق درست کریں یا پھر علی الاعلان شیخ کے مسلک سے دوری کا اظہار کریں اور آئندہ شیخ کے نام و نسبت کو خود سے منسوب نہ کریں۔

حاضر و ناظر کا ثبوت

(1)...... یہ خطاب (**السلام علیك ایها النبی**) اسی بنا پر ہے کہ حقیقت محمدیہ ﷺ جملہ موجودات

کے ذروں اور تمام افرادِ ممکنات میں سرایت کئے ہوئے ہے، پس آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذوات کے درمیان حاضر وموجود ہوتے ہیں، تو نمازی کو چاہیے کہ اس معنی اور حقیقت سے آگاہ رہے اور مشاہدہ سے غافل نہ ہو، تا کہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے متنور اور فیضاب ہو۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،258 ومدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،212)

(2)......اہل تحقیق حضرات اس طرح کہتے ہیں کہ سب ذرات وموجودات میں حقیقتِ محمدیہ اسرایت شدہ ہونے کی وجہ سے یہ خطاب ہے اور آپ ﷺ بندہ کے باطن میں حاضر وموجود ہیں، بندہ کی اس حالت کا انکشاف اس پر دوران نماز ہوتا ہے، اس لئے کہ حالت نماز کے دوران ہونا افضل حالات اور افضل مقامات میں ہوتا ہے۔

(رسالہ تحصیل البرکات، قاری، صفحہ،316، مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،540)

(3)......آپ ﷺ کے انوار نے تمام عالم کو گھیرا ہوا ہے اور تمام عالم کو روشن کیا ہے، آپ ﷺ کے ظہور کی مثل کسی کا ظہور نہیں اور آپ ﷺ کے نور کی مثل کوئی نور نہیں، آپ ﷺ کے اسرار باطن ہیں، کسی شخص کو آپ ﷺ کے حال کی حقیقت کا ادراک نہیں، دور نزدیک کی ہر شے حضور ﷺ کے کمال وجمال کے نظارہ میں حیران ہے۔(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،2)

(4)......اللہ تعالیٰ کی اسماء سے ایک اسم مبارک ''الشہید'' ہے، قاضی عیاض مالکی نے اس کے معانی ''عالم'' لکھے ہیں یعنی جاننے والا، دوسرے قول کے مطابق اس کے معانی ہیں لوگوں پر گواہ، اور حضور نبی کریم ﷺ کو ''شاہد وشہید'' فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا شَاهِدًا'' (یعنی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا) مطلب ہے جاننے والا اور امت کی حالت، اُن کی تصدیق وتکذیب اور نجات وہلاکت کو خود حاضر ہو کر ملاحظہ فرمانے والا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،394)

(5)......اس لفظ ''شاہد'' کی مزید تشریح ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

"شاھد" کا لفظ جو حضور نبی کریم ﷺ کی بلندی، مقام و مرتبہ کی رفعت، عظمتِ شان اور حفظ ادب پر صادق آتا ہے، اور یہ کلمہ (شاھد) دلالت کرتا ہے کہ کوئی بزرگی آپ ﷺ کی بزرگی کے برابر نہیں ہے اور نہ کوئی قدر آپ ﷺ کی قدر کے برابر ہے، اور بڑی عظیم قدرت و منزلت ہوتی ہے۔ جس کی "مدح وثنا" رب العالمین اور مالک عرش عظیم فرماتا ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،98)

(6)...... **مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ** میں "ھذاالرجل" سے حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مراد ہے، حضور نبی کریم ﷺ کی طرف لفظ "ھذا" سے اشارہ کرنا آپ ﷺ کے غائب ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے مشہود ہونے اور ہمارے ذہنوں میں آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کے حاضر وموجود ہونے کی بنا پر ہوتا ہے، یا آپ ﷺ کی ذات مبارک کو قبر میں مثال کی صورت میں سامنے لایا جاتا ہے، تاکہ آپ ﷺ کے جمال جانفزا کے مشاہدے سے اس کی گھبراہٹ و دہشت کے مشکل عقدے کو کھولا جائے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،396)

(7)...... حضور نبی کریم ﷺ کے لئے زمین کو لپیٹ کر کھینچ لیا گیا تاکہ آپ ﷺ اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیں، اور اُن دو اشخاص میں بڑا فرق ہوتا ہے، جن میں سے ایک تو خود کوشش کر کے زمین کی طرف جاتا ہے اور دوسرے کی طرف خود زمین کوشش کر کے آتی ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،181)

(8)...... حضور ﷺ کو وصال شریف کے بعد دیکھنا یہ مثالی طور پر ہے جس طرح کہ عالم خواب میں ہوتا ہے اور اسی طرح بیداری میں بھی زیارت ہو سکتی ہے اور آپ ﷺ کا جو جسم مقدس مدینہ شریف میں قبرِ انور میں ہے وہی وجودِ مبارک متمثل ہوتا ہے، اور مختلف اور متعدد صورتوں میں ایک آن (وقت) میں متعدد مقامات پر عوام خواب کے دوران اور خواص بیداری میں زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،208)

(9)...... پس اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نظروں کے سامنے کر دیا حتی کہ جو کچھ وہ مجھ

سے پوچھتے تھے میں جواب دیتا تھا، علماء اس بارے میں دو احتمال بیان کرتے ہیں یا تو مسجد اقصیٰ کو اٹھا کر آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا جیسا کہ تختِ بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے قبل سلیمان علیہ السلام کے سامنے لایا گیا یا پھر اس کی تمثیل حضور ﷺ کے سامنے پیش کی گئی جیسا کہ نماز میں بہشت و دوزخ کو متمثل کیا گیا تھا، دوسرا احتمال یہ ہے کہ درمیان میں سے پردہ اٹھا دیا گیا اور بیت المقدس جہاں وہ ہے وہیں ہے اسے ملاحظہ فرمایا۔ (اگر بیت المقدس کے مابین پردے اٹھائے جاسکتے ہیں تو امتی کے مابین حائل پردے اگر حضور ﷺ کے لیے اٹھا دیے جائیں اور آپ براہ راست امتی کو ملاحظہ فرمائیں تو کونسی تعجب کی بات ہے)۔ (مدارج النبوۃ، ج1، صفحہ 264)

(10)......آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے شام کی چابیاں عطا فرمائی گئی ہیں، خدا کی قسم اس ضرب میں میں نے شام کے سرخ رنگ کے محلات دیکھ لئے ہیں، پھر آپ ﷺ نے دوسری ضرب ماری اور دوسری تہائی چٹان ٹوٹ کر بکھر گئی، پھر فرمایا، اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم میں نے مدائن کے سفید کنگرے اس وقت دیکھ لئے ہیں، پھر آپ ﷺ نے مدائن کے کنگروں کی علامات بیان فرمائیں، تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی "اس خدا کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، بے شک وہ کنگرے اسی طرح کے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے بیان فرمائیں ہیں مدائن ملک فارس کا ایک شہر ہے اس کو نوشیروان نے آباد کیا تھا، ازاں بعد آپ ﷺ نے تیسری ضرب لگائی اس سے باقی پتھر بھی ریزہ ریزہ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں بھی عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم، اس جگہ سے جہاں پر میں اس وقت کھڑا ہوں صنعاء شہر کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،238)

(11)......جس وقت اسلامی لشکر کفار کی فوج کے مقابل ہوا اس وقت نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کی نظر کے سامنے سے تمام پردے ہٹ چکے تھے اور آپ ﷺ اہلِ موتہ کے حالات کا مشاہدہ ایسے فرما رہے تھے جیسا کہ بذات خود میدان جنگ میں

ہوتے ہوئے معائنہ فرماتے ہیں، حضور ﷺ صحابہ کو ساتھ ساتھ بتاتے جاتے تھے کہ زید بن حارثہ نے علم سنبھالا اور وہ شہید ہو گئے، بعدازاں جعفر برادر علی نے علم سنبھالا اور انہوں نے بھی شہادت پائی، اس کے بعد عبداللہ بن روحہ نے علم اٹھالیا اور وہ بھی شہادت پا گئے، آپ ﷺ اسی طرح بیان فرمارہے تھے اور آنکھوں سے آنسوں بہارہے تھے۔ (مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،375)

(12)...... نجاشی کے واقعہ میں بھی غائب پر نماز نہیں ہوئی تھی بلکہ نجاشی کا جنازہ زمین لپیٹ کر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا، اور وہ جنازہ حضور ﷺ کے رُوبرو لایا گیا تھا مقتدیوں کا جنازہ دیکھنا شرط نہیں، نیز اس بارے میں واقدی اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا حتی کے آپ ﷺ نے اسے ملاحظہ فرما کر نماز جنازہ ادا کی تھی۔ (مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،513)

(13)...... حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں، میں موسی علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے ستر ہزار افراد کے ساتھ حج کے لئے آرہے ہیں، حضرت موسی علیہ السلام کا اتنے افراد کے ساتھ حج کو آنا حضور ﷺ اپنی زندگی میں دیکھتے تھے، یہ نہیں کہ ماضی کے واقع کی خبر دے رہے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،386، شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ،338)

(14)...... اس سابقہ عبارت کی مزید وضاحت ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں۔

عالم روحانی میں زمانہ ماضی، حال، استقبال کی تقسیم نہیں ہے، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں ہونا، موسی علیہ السلام کا دریائے نیل کو عبور کرنا اور حضور علیہ السلام کے وجود کی حالت یہ سب ایک ہے، پس حضور ﷺ کا اِن حضرات کو حج اور تلبیہ کی حالت میں دیکھنا وہی اصل حالت ہے، جو ان حضرات نے اپنی حیات میں حج کیا اور تلبیہ کہا تھا، اس حالت کی حقیقت اور اس کا ادراک اس کے متمثل ہونے کے قائل ہونے سے اعلی وارفع ہے۔

(شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ،338، جذب القلوب، صفحہ،280)

☆...... اب چند حوالہ جات اولیاء و مقربین بارگاہ رب العزت کے متعلق پیش خدمت ہے

کہ انہیں بھی اللہ تعالیٰ نے حسبِ مراتب یہ طاقت وقوت بخشی ہے کہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ حاضر ہوسکیں اور کائنات کے اکناف واطراف کا اپنی جگہ سے مشاہدہ کرسکیں۔

(15) بحکم الٰہی جبریل چاہیں تو ایک ہی وقت میں ہزاروں صورتوں میں ظاہر ونمودار ہوسکتے ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ، 304 اردو صفحہ، 596)

(16)...... عارفوں کا بڑا بلند مقام ہے، جب وہ اس مقام تک پہنچ جاتے ہیں، تو تمام دنیا کو اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 23، اردو، صفحہ، 57)

(17)...... امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو مدینہ طیبہ میں کشف واقع ہوا حالانکہ حضرت ساریہ ؓ ''نہاوند'' میں تھے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الکرامات، ج، 7، صفحہ، 339)

(18)...... صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں، کہ اولیاء کرام کی کرامات کو سچ سمجھنے والا شخص جو یہ بھی جانتا ہے کہ اولیاء کرام کا مقام ومرتبہ کیا ہوتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اُن پر زمین وآسمان کی ہر شے منکشف ہوتی ہے۔ (مدارج النبوۃ، ج، 1، صفحہ، 208)

(19)...... حضور نبی کریم ﷺ کی صورت بدیع امثال دائماً پیش نظر رکھی جائے، اگر کبھی تمہیں خواب میں جمال باکمال کی زیارت ہوچکی ہے، تو وہ صورتِ موصوفہ جو خواب میں دیکھی اپنے سامنے حاضر رکھو اور اگر تمہیں خواب میں کبھی یہ شرف حاصل نہیں ہوا اور یہ استطاعت نہیں رکھتے کہ اس صورت موصوفہ کو بعینہ اپنے سامنے حاضر رکھ سکو، تو حضور نبی کریم ﷺ کا خوب ذکر کیا کرو، آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے رہو اور دوران ذکر یوں ہو جاؤ جیسا کہ حضور ﷺ تمہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارا کلام خود سماعت فرما رہے ہیں اور تم حضور ﷺ کی جلال وعظمت اور حیاء وادب کے ساتھ زیارت کر رہے ہو، اور یہ کہ حضور ﷺ خود بھی تمہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں، کیونکہ حضور ﷺ صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہیں اور ان صفاتِ الٰہیہ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ''**اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ**'' جو میرا ذکر کرے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں، اور حضور ﷺ کو اس صفتِ الٰہی سے کافی حصہ میسر ہے، کیونکہ وصفِ الٰہی کی معرفت آپ کی معروف صفت ہے اور سب لوگوں سے بڑھ کر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے عارف ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج، 2، صفحہ، 860)

نوٹ: یہاں ہم حاضر و ناظر کے بارے میں شیخ محقق کا ایک نہایت واضح وفیصلہ کن حوالہ پیش کر رہے ہیں، اہل انصاف اسے پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں۔

(20)......علمائے امت کے کثیر مذاہب اور اختلافات کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ تاویل و مجاز کے شائبہ کے بغیر حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں، طالبان حقیقت اور بارگاہِ رسالت ﷺ کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے فیض رساں اور مُربی ہیں۔

(رسالہ، سلوک اقرب السبل مع اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 155، مکتوبات، اردو، 109)

ان سابقہ حوالہ جات و عبارات سے حضرت شیخ کے مسلک و مذہب کا بخوبی تعین ہو جاتا ہے کہ حضرت شیخ بھی "حاضر و ناظر" کے قائل تھے، اور نا صرف قائل تھے بلکہ انہوں نے جا بجا اپنی کتب میں اسکی وضاحت و تائید بھی فرمائی ہے، اب حضرت شیخ سے اپنی نسبت کو جوڑنے والے اور حضرت شیخ کی عبارات کو کانٹ چھانٹ کر پیش کرنے والے افراد ذرا غور کریں کہ حضرت شیخ ان عبارات سابقہ میں کتنی وضاحت سے اپنے موقف کا اظہار فرما رہے ہیں، لہٰذا ان افراد کو چاہیے کہ اپنے عقیدے کو حضرت شیخ کے عقائد کے مطابق کریں تاکہ صراطِ مستقیم حاصل ہو یا پھر اعراض کرتے ہوئے اپنے لئے نارِ جحیم کو اختیار کریں۔

ہم نے یہ اختیار تم کو دیا
پھول چن لو یا خار و سنگ زمیں

تصرفات انبیائے کرام و اولیائے عظام ﷺ

(1)......یعنی میں اس میں جس طرح چاہتا ہوں تصرف کرتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں عطا کرتا ہوں، ظاہر یہ تھا کہ فرمایا جاتا کہ پھر وہ اللہ تعالیٰ اور میری طرف سے تمہارے لئے ہے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ اپنے رسول ﷺ کو تصرف عطا فرمایا ہے۔(اشعۃ اللمعات، باب احیاء الموت والشرب، ج 4، صفحہ 202)

(2)......حق یہ ہے کہ صحابہ کرام کے اخلاق کی تہذیب اور ان کی نفوس کا تزکیہ حضور ﷺ کی صحبت شریف کی تاثیر اور آپ ﷺ کے تصرف سے آہستہ آہستہ ہوتا تھا۔

(اشعۃ اللمعات، باب احیاء الموت والشرب، ج،4، صفحہ،204)

(3) یہ حضور نبی کریم ﷺ کے دستِ اقدس اور توجہ کی برکت تھی اور آپ ﷺ کا تصرف تھا جو کمزور کو طاقتور اور لاشئی کو شئے بنا دیتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، تتمہ باب المنہی عنہا من البیوع، ج،4، صفحہ،116)

(4)......تین دن تک گفتگو ہوتی رہی اور سرکار دو عالم ﷺ نے اُن کے باطن میں تصرف فرمایا۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج،5، صفحہ،224)

(5)......باوجود سخت مخالف ہونے کے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ ﷺ نے اُن کے (یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے) دل پر تصرف فرمایا اور اُن کے کفر کو اسلام سے بدل ڈالا۔

(اشعۃ اللمعات، باب المعجزات، ج،7، صفحہ،284)

(6)......حالانکہ ہم تمہارے درمیان موجود ہیں اور تم وحی اور ایمان کے انوار و آثار کا مشاہدہ کرتے ہو، آیات و معجزات دیکھتے ہو، ہمارے جمال باکمال اور انوارِ حق کا دیدار کرتے ہو، ہماری ہم نشینی سے تم میں حقیقت کے اسرار سرایت کرتے ہیں اور ہمارے تصرف و ارشاد سے تمہارے ظاہر و باطن میں کمالات اور کرامات پیدا ہوتی ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب الثواب ہذہ الامۃ، ج،7، صفحہ،634)

(7)......حضور نبی کریم ﷺ کا تصرف اللہ تعالیٰ کے تصرف کے ساتھ تمام زمین و آسمان میں ہے بلکہ دنیا و آخرت کے تمام مشروبات و طعام اور حسی و روحانی رزق اور ظاہری نعمتیں حضور ﷺ ہی کے واسطہ و طفیل ہیں۔ (مدارج النبوۃ، ج،1، صفحہ،597)

اس سابقہ حوالے میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے حضور ﷺ کے تصرف کو کس قدر وسعت و عموم کے ساتھ بیان کیا ہے، اب جو افراد "**مافوق الاسباب و ماتحت الاسباب**" کے ذریعے سے اس مسئلے میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ ذرا

توجہ اور انصاف سے شیخ کی اس عبارت پر نظر ڈالیں، اگر اللہ تعالیٰ نے فضل وکرم فرمایا تو ضرور وہ لوگ حق کو روز روشن کی طرح جان لیں گے، اگر مزید کوئی خلجان باقی ہو اور حضور ﷺ کے لئے "مافوق الاسباب" قدرتِ تصرف کے عقیدہ کو اب بھی درست نہ جان سکو اور اُسی پرانی روش پر ہی رہنا چاہو تو اس سے قبل شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک اور صراحت ملاحظہ کر لو تا کی حجت تمام ہو جائے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

(8)...... فی الحقیقت حضور ﷺ میں تصرف وقدرت اور سلطنت کی قوت حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہیں بڑھ کر تھی، کہ جن وانس، ملک وملکوت بلکہ تمام جہان خدا تعالیٰ کی تقدیر وتصرف حضور نبی کریم ﷺ کے قدرت وتصرف کے احاطہ میں ہیں۔

(شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ 111، اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج 2، صفحہ 321)

(9)...... بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کہتا ہے کہ اگر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں یہ دعا ہے تو انہیں کے ہاتھ میں تصرف اور تمکن ہے اور تدبیر کار وزمام اختیار آپ ﷺ کے ہی ہاتھ میں ہے، کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وکیل اور سفیر ہیں۔

(مدارج النبوۃ، ج 2، صفحہ 328)

(10)...... حضور ﷺ کے دستِ مبارک کی برکت اور تصرف سے وہ چیز دور ہوگئی جو اقامتِ امامت کیلئے رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج 2، صفحہ 432)

(11)...... اس میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے قرآن کریم کی اعظم آیت دریافت کر لینے پر ان کی مدح وثنا کی اگرچہ وہ دریافت حضور ﷺ کے تصرف روحانی اور آپ ﷺ کے القا کی وجہ سے ہی ہوئی۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الفضائل القرآن، ج 3، صفحہ 278)

(12)...... اس وسوسے کے ازالے کیلئے اظہارِ تصرف اور قوت باطنی کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ ﷺ نے ایسا فرمایا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الفضائل القرآن، ج 3، صفحہ 350)

(13)...... یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سینۂ مبارکہ پر اپنا

دستِ مبارک مارا اور تصرف سے کام لیا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1،صفحہ،217)

(14) ارباب کشف و وجدان کی دریافت اور اہل دین و ایمان کے اعتقاد کے مطابق وہ عین حقیقت محمدی اور آپ ﷺ کی روح اقدس ہے، کہ عالم امر میں اس پیدائش کی صورت میں وہ روح اقدس نبی الانبیاء اور تمام ارواح کی محافظ تھی، اور عالم عنصر یہ خلقیہ کے ظہور کے بعد وہی جوہر کُل آپ ﷺ کے جسم اطہر سے متعلق ہو کر مدبر و متصرف بن کر اہل عالم کی تکمیل کا سبب تھا۔

(مرج البحرین، فارسی، صفحہ،22،اردو،صفحہ،115)

اب تک کے سابقہ حوالہ جات و عبارات میں خصوصی طور سے حضور ﷺ کے لئے تصرف کی قوت کا بیان ہوا ہے اور اس سے شیخ عبدالحق کے مسلک و عقیدہ کا بخوبی پتہ لگتا ہے اب ذیل میں مقربین بارگاہ، ملائکہ اور اولیاء اللہ کے متعلق بھی چند عبارات پیش خدمت ہیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے صدقے و طفیل ان مقربین بارگاہ کو بھی اس کی کام پر قدرت بخشی ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

(15)......اس نظریہ کے ثبوت سے انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء عظام کی کرامات کا ثبوت ملتا ہے، نبی اور ولی کا نفس جیسا اپنے جسم میں تصرف کرتا ہے اسی طرح خارج میں بھی تصرف کرتا ہے، جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی روح تمام عالم کی جان ہے اس لئے آپ ﷺ سارے عالم میں تصرف کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ چاند ایک اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا گویا کہ ناخن کے میل کو ناخن سے جدا کر دیا۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ،255 اردو صفحہ،520)

(16)......شیخ ابوالبرکات بن صخر اموی نے کہا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ تمام اولیاء کے ظاہری و باطنی احوال پر نگاہ رکھتے ہیں، کوئی ولی اللہ اپنے ظاہری یا باطنی احوال میں آپ کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کر سکتا، ایسے ولی اللہ جو بارگاہ الٰہی میں ہم کلام ہونے کے مرتبہ عالی پر فائز ہیں وہ بھی حضرت غوث اعظم کی اجازت کے بغیر دم نہیں مار سکتے، ان اولیائے وقت پر موت سے پہلے اور موت کے بعد بھی آپ ہی کا تصرف رہتا ہے۔

(زبدۃ الآثار، اردو، صفحہ،39)

(17)...... شیخ عقیل منجی سے روایت ہے کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جن کا تصرف قبروں میں بھی جاری وساری ہے اور یہ تصرف زندوں کی طرح ہوتا ہے، یہ بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل اور شیخ حیات بن قیس حرانی ہیں۔ (یہاں چار بزرگوں سے مقصود حصر کرنا نہیں ہے یعنی ان چاروں کے علاوہ کوئی اور بزرگ تصرف نہیں بلکہ یہاں جوانہوں نے خود دیکھا بیان کردیا)۔ (زبدۃ الآثار، اردو، صفحہ 31)

(18)...... مشائخ صوفیاء قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں، کہ عالم برزخ میں بعض اولیاء کا تصرف دائم وباقی ہے اوراُن کی ارواح مقدسہ سے توسل واستمداد ثابت وموثر ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 81)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر ان الفاظوں میں حضور غوث پاک ﷺ کی تعریف بیان کرتے ہیں:

(19)...... آپ ﷺ کی ذات گرامی قطبِ وقت، سلطانُ الوجود، امامُ الصدیقین، حجۃ العارفین، روحِ معرفت، قلبِ حقیقت، خلیفۃُ اللہ فی الارض، وارثِ کتاب، نائب رسول، سلطانُ الطریق اور "**متصرف فی الوجود**" تھی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے علاماتِ قدرت وامامت، دلائل خصوصیت اور براہین کرامت، آفتاب نصف النہار سے زیادہ واضح اور ظاہر فرمائے اور بخشش کے خزانوں کی کنجیاں اور تصرفاتِ وجود کی لگام آپ کے قبضہ اقتدار و دستِ اختیار کے سپرد فرمائیں۔ (اخبارالاخیار، فارسی، 10 صفحہ، اردو، صفحہ 34)

(20)...... شیخ شہاب الدین سہروردی نے فرمایا، کہ شیخ عبدالقادر جیلانی بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے، من جانب اللہ آپ کو تصرف کا ہمیشہ اختیار حاصل رہا۔ (اخبارالاخیار، فارسی، 16 صفحہ، اردو، صفحہ 44)

(21)...... فرشتے اللہ تعالیٰ کے اذن واجازت سے جہان میں تصرف کی طاقت رکھتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج 1، صفحہ 200)

زیارت روضہ رسول ﷺ

(1)......حضور سید المرسلین ﷺ کی زیارت علماء دین کے نزدیک بالاتفاق قولاً وفعلاً بہترین سنن مؤکدہ میں سے ہے، قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں، کہ رسول اکرم ﷺ کی قبر انور کی زیارت ایک متفق علیہ سنت اور مرغوب فضیلت ہے اور بعض علماء مالکیہ تو اس کے واجب ہونے کے قائل ہیں اور دیگر علمائے اسلام نے اس قول کی تاویل "سنت واجبہ" سے کی ہے۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ 282)

(2)......حضور نبی کریم ﷺ قریشی، ھاشمی، مکی، مدنی، ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم، خاتم الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی قبر شریف کی زیارت مندوب ومستحب ہے، مستحبات میں سب سے زیادہ مؤکد اور عبادات میں سب سے زیادہ فضیلت والی، واجب کے قریب تر اس شخص کے لئے جس کو وسعت ہو، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے، کہ جس کو وسعت ہو اور وہ میری زیارت کو نہ آئے یقیناً اس نے مجھ پر ظلم کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ میری اُمت کا ہر وہ شخص جس کو وسعت ہو اور وہ میری زیارت نہ کرے تو اللہ کے نزدیک اس کا کوئی عذر نہیں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، جو شخص میری زیارت کو آیا اور اس کا مقصود صرف میری زیارت ہی ہو تو مجھ پر حق ہے کہ بروز قیامت اس کی شفاعت کروں۔ (ماثبت من السنة، اردو، صفحہ 134)

(3)......احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ وصال کے بعد سرورِ عالم ﷺ کے روضہ مبارک کی زیارت ایسے ہی ہے جیسے حیات ظاہری میں، لہٰذا اس نعمت کے حصول کا امیدوار رہنا چاہیے اور غم کی گرہ دل سے کھول دینی چاہیے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب القصاص، ج،4، صفحہ 548)

(4)......حضور نبی کریم ﷺ کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی ﷺ کی زیارت کرنا عظیم عبادات اور اعلیٰ درجات میں سے ہے، کچھ علماءِ مذہب کہتے ہیں کہ یہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے، علماء نے واجب سے ان کی مراد "سنت مؤکدہ" بیان کی ہے۔

(مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ 604)

(5)......شیخ الاسلام ایک جگہ حدیث ''لا تشدو الرحال'' کے بارے میں فرماتے ہیں:
قبر شریف کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا اور اس سعادتِ عظمٰی کے حصول کے لئے اونٹوں کے کجاوے باندھنا، جب کہ زیارت کی فضیلت اور اس کا مستحب ہونا ثابت ہوگیا تو سفر کا جواز اور اس کا مستحب ہونا بھی لازم آیا، دلائل کے آمر ہونے کی وجہ سے قرب وبُعد دونوں ایک ہی حکم میں ہیں۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 288)

(6)......اسی طرح ''اشعۃ اللمعات'' میں ایک جگہ اسی حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں۔

بندہ مسکین، کاتب حروف، عبدالحق بن سیف الدین کہتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس (یعنی حدیث **لا تشدو الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد**) سے ان تین مقاماتِ مقدسہ (یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ) کی شان کا اہتمام بیان کرنا اور ان کی جانب سفر سے عظمت بیان کرنا مطلوب ہو کیونکہ یہ تینوں مقامات متبرک ترین مقامات ہیں یعنی اگر سفر مطلوب ہو تو ان تین مساجد کی طرف سفر کرنا چاہیے ان کے علاوہ کسی اور جانب لوگ سفر کا بوجھ برداشت نہیں کرتے، یہ مطلب نہیں کہ ان تین مقامات کے سوا کسی اور طرف سفر کرنا ہی جائز نہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج 2، صفحہ 102)

(7)......شیخ حسام الدین خانہ کعبہ کی زیارت کرنے کے بعد دہلی میں آکر اپنے شیخ خواجہ نظام الدین اولیاء سے ملے تو شیخ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ ''جو شخص خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جائے تو وہ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کی جداگانہ نیت کرے، خانۂ کعبہ کی زیارت کے ضمن میں روضۂ رسول کی زیارت نہ کرے (بلکہ علیحدہ نیت کرکے زیارت روضۂ شریف کرے) اپنے شیخ کی یہ بات سنتے ہی شیخ حسام الدین فوراً روضۂ رسول کی زیارت کی نیت سے واپس لوٹ گئے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 89 اردو، صفحہ 196)

نورانیت مصطفیٰ ﷺ

(1)...... اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے سر سے قدم تک کو سراپا نور بنایا کہ ان کے جمال باکمال کو دیکھنے سے دیدۂ حیرت خیرہ ہوجاتا اور حضور ﷺ کا جمال آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن تھا اگر آپ ﷺ کے جسم اطہر پر بشریت کا نقاب نہ ہوتا تو کسی کو آپ ﷺ کے حسن پاک پر نظر ڈالنے اور اس کے ادراک کی مجال نہ ہوتی آپ ﷺ کا جوہر ہمیشہ ہی نور تھا، اور حضور ﷺ بذات خود عینِ نور تھے اور ''نور'' آپ ﷺ کے اسماء شریف میں سے ایک اسم ہے۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 178)

☆ اس عبارت میں حضرت شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے حضور ﷺ کے نور ہونے کے بارے میں نہایت سادہ اور واضح انداز میں عقیدہ بیان فرمادیا، حضور ﷺ کی نورانیت پر اعتراض کرنا دراصل حماقت و جہالت پر مبنی ہے کیونکہ یہ بات علماء اسلام کے نزدیک نہایت ثابت شدہ ہے اور اس پر کسی نے سابقاً کوئی کلام نہ کیا ہاں اب چند صدیوں سے اس مسئلے کے بارے میں بھی عوام الناس کو گمراہ کیا جارہا ہے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، مثلاً کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک ہی شخص ایک ہی وقت میں ''نور و بشر'' کیسے ہوسکتا ہے (یعنی یا تو وہ شخص نور ہوگا یا پھر بشر بیک وقت دونوں صفات فرد واحد میں مجتمع نہیں ہوسکتیں) اب اس کا جواب حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس عبارت میں موجود ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں:

(2)...... کبھی جبرائیل امین علیہ السلام کی ملکیت اور روحانیت حضور ﷺ پر غالب آجاتی اور آپ ﷺ حالت بشری سے غائب و دور ہوجاتے اور کبھی حضور ﷺ کی بشریت جبرائیل علیہ السلام پر غالب آجاتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بصفت بشریت سے متصف ہوکر تشریف لاتے۔

(شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ، 25، واشعۃ اللمعات، باب بدء الوحی، ج، 7، صفحہ، 206)

(3)...... انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کو عوارضی بدنی اور صفات جسمانی پر بشری

حد میں رکھا گیا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ جلالی کا مشاہدہ کر کے اس کا حق بندگی بجالائیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،437)

(4)......علماء کرام فرماتے ہیں، حصۂ بشریت وطبعیت جو دینی ودنیوی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر آپ ﷺ کی ذات شریف میں رکھا گیا اس کی وجہ سے آپ ﷺ سے غصے کا ظہور ہوتا تھا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،546)

(5)......اسی میں صفت نوریت کی اصل منحصر ہے اور ان کے اسماء گرامی میں سے ''نور'' ہے کو جمیع انبیاء واولیاء اسی صفت نوری سے متصف ہیں، جبکہ سیدالانبیاء والمرسلین اس صفت (نور) کی اصل اور حقیقت ہیں، حقیقتِ شئ اور متصف بالشئ میں فرق عظیم ہے، جملہ موجودات اسی نور کے مظاہر اور محل ظہور ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہیں ''اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُوْرِیْ'' یعنی ''میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور دیگر تمام مومنین میرے نور سے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،844)

(6)......اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کا نام مبارک اس لئے نور اور سراج منیر رکھا کہ وہ غایت درجہ روشن تھے اور روشن کرنے والے تھے، آپ ﷺ سے وصولِ حق کا راستہ روشن ہو گیا، ان کے جمال وکمال سے آنکھیں روشن ہو گئیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے'' قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ''۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،101)

(7)......چونکہ نبی کریم ﷺ ''عینِ نور'' ہیں اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،118)

(8)......حضور ﷺ نے ایک صحابی کو اپنی قوم میں دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا، اس نے عرض کی حضور ﷺ کوئی نشانی عطا فرمائیں تا کہ حجت ہو جائے، پس حضور ﷺ نے اپنی انگلی اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگائی تو اس جگہ سے سفیدی اور نور ظاہر ہو گیا، اس صحابی نے عرض کی ،لوگ اسے برص کی بیماری نہ خیال کریں تو حضور ﷺ نے ان کی روشنی کو اُن کے تازیانے (یعنی عصاء) میں منتقل فرمادیا۔

یہ حدیث حضور ﷺ کی نورانیت کی دلیل ہے اور اس بات پر کہ یہ نورانیت آپ ﷺ کی بارگاہ کے خدام کے عصاء میں سرایت کرتی ہے، کیونکہ حضور ﷺ کی ذات اور ان کے اعضاء شریف ''نور علی نور'' ہیں۔ (مدارج النبوۃ۔ اردو، ج،1، صفحہ،179)

شفاعت انبیائے کرام واولیائے عظام

(1)...... مقام محمود سے وہ مقام مراد ہے کہ اس مقام والے کی سب کائنات مدح وثناء کرے گی، تمام مخلوق اس پر رشک کرے گی، اور یہ مقام قرب وشفاعت ہے کہ تمام عالم حیراں وسرگرداں ہوگا، انبیاء ورسل میں سے کسی کو بھی ہیبت ودہشت کے باعث سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوگی اس وقت حضور نبی کریم ﷺ خدائے قدوس کی حریم خاص میں حاضر ہوں گے اور دروازہ شفاعت کھولیں گے، حدیث شریف میں آیا کہ خدا تعالیٰ اس دن اپنے محبوب پاک کو ایسی حمد کی تعلیم وتلقین کرے گا کہ جب آپ ﷺ اس حمد کے ساتھ خدا تعالیٰ کی صفت وستائش کریں گے تو رحمت کا دروازہ کھل جائے گا، اور یہ بھی ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو روز قیامت عرش پر بٹھایا جائے گا، سبز رنگ کا خاص لباس پہنایا جائے گا، پھر آپ ﷺ کو اذن دیا جائے گا کہ جو چاہیں فرمائیں، اے میرے حبیب! جو کچھ تیری رضا ہے مجھ سے مانگ، طلب کر اس دن معلوم ہوگا کہ مقام محمد ﷺ کیا ہے؟ اس آخرت کی مجلس کا صدر وسلطان کون ہے؟؟۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،79)

(2)...... سب سے پہلے جو دروازہ شفاعت کھولیں گے وہ حضور اکرم ﷺ ہوں گے، کل ظاہر ہوگا کہ ان کو بارگاہ خداوندی میں کس قدر وجاہت وعزت حاصل ہے، دن اُن کا دن ہے، مرتبہ اُن کا مرتبہ نیز شیخ مزید فرماتے ہیں:

(3)...... حاصل یہ ہے کہ دن (روز قیامت) محمد ﷺ کا دن ہے، مرتبہ اُن کا مرتبہ ہے،

مقام اُن کا مقام اور بات اُن کی بات، وہ مہمان ہیں اور تمام اہل محشر طفیلی، قرآن پاک میں خطاب ہوتا ہے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى تمہیں اے میرے محب! تمہیں اے میرے محبوب ومطلوب! اے میرے بندۂ خاص! اتنی نعمتیں دوں گا، اتنی رحمت سے نوازوں گا کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ گے، اے محمد ﷺ! سب میری رضا کے طالب ہیں اور میں تمہاری رضا کا، حضور ﷺ عرض کریں گے کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک ایک امتی نہ بخشا جائے۔ (ملخصا: تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 44,46)

(4)......امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ ''یا اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما، اور اپنے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما، خدا کی شان کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول ہوئی، ہم بھی یہ دعا کرتے ہیں اس امید پر کہ انشاء اللہ ہماری دعا بھی قبول ہوگی، حضور ﷺ ہمارے حق میں بھی دعا کریں گے، تمام مسلمان مدینہ منورہ میں موت کی امید رکھتے ہیں کہ اس طرح حضور ﷺ کی شفاعت ان سب کے لئے ہوگی یا مدینہ میں مرنے والوں کے لئے حضور ﷺ خاص شفاعت فرمائیں گے، جس سے ان کے سب گناہ مٹ جائیں گے اور وہ بلند درجات پر فائز ہوں گے۔ (اشعۃ اللمعات، باب حرم المدینہ، ج،3، صفحہ،836)

(5)......حضور ﷺ کی شفاعت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور وہ دوزخ کی آگ سے بالکل محفوظ رہے گا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،260)

(6)......شفاعت کی تمام اقسام کا حضور نبی کریم ﷺ کے لئے ثبوت ہے البتہ بعض آپ ﷺ کے لئے مخصوص اور بعض مشترکہ ہیں، جو شخصیت شفاعت کا دروازہ کھولے گی وہ آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی ہوگی، تمام شفاعت درحقیقت آپ ﷺ ہی کی طرف لوٹتی ہیں، لہٰذا آپ ﷺ ''**صاحبِ شفاعت علی الاطلاق**'' ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب الحوض والشفاعۃ، ج،6، صفحہ،529)

(7)......حدیث "یشفع یوم القیامۃ ثلاثۃ الانبیاء" کی شرح میں شیخ لکھتے ہیں۔

ان تین کو مخصوص کرنے کی وجہ ان کی فضیلت وکرامت ہے، ورنہ تمام اہل خیر مسلمانوں کے لئے شفاعت کا ثبوت ہے، اس سلسلہ میں احادیث مشہورہ وارد ہیں، خواہ وہ شفاعت گناہوں کی صفائی کے لئے ہو یا بلندی درجات کے لئے، شفاعت کا انکار بدعت وگمراہی ہے جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ نے ایسا (انکار) کیا ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الحوض والشفاعۃ، ج،6، صفحہ،568)

حیات انبیائے عظام واولیائے کرام ﷺ

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتب میں کئی جگہ حیات انبیاء اور حیات اولیاء اللہ کے بارے میں نہایت محققانہ گفتگو کی ہے، ہم ان میں سے اہم ترین اقتباسات کومن وعن نقل کردیتے ہیں تاکہ اس مسئلے کے بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔

(1)......حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں جس طرح کہ دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر مبارک میں اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

ابن زبالہ اور ابن نجار حکایت بیان کرتے ہیں، کہ ایام حرہ (وہ دن جس میں یزیدی فوج نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا تھا) کے دوران تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں اذان بند رہی اور لوگ باہر چلے گئے، سعید بن مسیب تابعی ﷺ مسجد نبوی میں تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وقت ظہر ہوا تو مجھے وحشت ہوئی اور میں حضور ﷺ کی قبر انور کے پاس گیا، میں نے اذان سنی اور نماز پڑھی، اس کے بعد تمام ایام میں قبر شریف سے اذان واقامت کی آواز سنتا رہا، حتی کہ تین راتیں گزر گئیں لوگ واپس لوٹ آئے اور جس طرح میں نے قبر شریف سے اذان کی آواز سنی تھی انہوں نے بھی سنی۔

حضور ﷺ کی حیات پر اتفاق کرنے کے بعد علماء نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا آپ ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں یا دیگر مقام پر، یا پھر اس مقام پر جہاں خدا تعالیٰ چاہتا ہے یا بہشت بریں میں یا آسمان پر یا کسی اور جگہ پر جس طرح کے آپ اکسی معین مقام پر مقید نہ تھے۔

بعض تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو جسم انور کو قبر شریف میں رکھ دیا تھا اس جگہ سے باہر نکلنے پر ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، پس ظاہر تو یہ ہے کہ آپ ﷺ اسی بقعۂ نور میں جلوہ فرما ہیں، اگر کہیں کہ وہ بقعہ انور (قبر شریف) تو تنگ ہے اس میں جسم انور کا محبوس رہنا مناسب نہیں ہے، تو اس کا جواب وہ ہے جو حدیث میں ہے کہ مومن کی قبر کو ستر گناہ زیادہ کشادہ کر دیا جاتا ہے، (اور جب عام مومن کی قبر کا یہ حال ہے) تو سید المرسلین ﷺ کی قبر کے متعلق کیا پوچھتے ہو؟ اس کی کشادگی تو قیاس کی حدود سے باہر ہے۔

اور اگر کہا جائے کہ بہشت بریں زیادہ مناسب واولی ہے، حضور ﷺ کی تمکین و استقرار (رہنے) کے لئے بجائے اس تنگ بقعہ انور کے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر شریف سے بڑھ کر کون سی بہشت بہتر و شریف تر ہوگی، اگر حضور ﷺ اس میں جلوہ فرما ہوں (یعنی جہاں حضور ﷺ ہوں تو بالاتفاق وہ جگہ تمام کائنات بلکہ بہشت بریں و عرش اعلی سے بھی افضل و اشرف ہے، جیسا کہ علماء اسلام نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے) امام اجل، محدث جلیل، تقی الدین سبکی نے فرمایا، کہ اگر اس بقعہ نور کو جو حضور ﷺ کے اعضاء شریفہ (جسم اقدس) کے ساتھ لگا ہوا ہے، اسے ہر جگہ و مقام پر ترجیح دیں یہاں تک کہ کعبہ شریف اور عرش عظیم سے بھی افضل مانیں تو میرا (امام تقی الدین سبکی) کا خیال ہے کہ کوئی بھی مومن اس میں توقف (شک وشبہ) نہ کرے گا۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،217,218)

(2)......انبیاء کرام علیہم السلام کا وصال کے بعد زندہ رہنا بالکل متفق علیہ مسئلہ ہے، کسی کا بھی انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی حقیقی میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں، اور ان کی حیات ''معنوی وروحانی'' نہیں جیسا کہ شہداء کی ہے (بلکہ حقیقی جسمانی ہے)۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،609، واشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،611، جذب القلوب، اردو، صفحہ،19، شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ،172)

(3)......حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ و حیات ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج،2، صفحہ،872 وکتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،271)

(4)......زیارتِ روضۂ مقدس کے فوائد و بشارتوں میں سے ایک یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے روضۂ انور کی زیارت کرنے والے کو آپ ﷺ کی معنوی صحبت اور اس کے آثار و لوازمات میں سے حصہ ملتا ہے، اور یہ بات اس تحقیق پر مبنی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں حیات دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں بخلاف شہداء کے، کہ وہ حیاتِ معنوی کے ساتھ مشرف ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب حرم المدینہ، ج،3، صفحہ،840)

(5) بعد وصال بھی مقام نبوت ورسالت ثابت و برقرار ہے، خود انبیاء علیہم السلام کو بھی دائمی موت نہیں، وہ زندہ و باقی ہیں، ان کی موت صرف اتنی ہی ہے کہ ایک بار ایک آن کے لئے ذائقہ موت چکھا، پھر ان کی ارواح مقدسہ کو انہی کے جسموں میں لوٹا دیا جاتا ہے اور دوبارہ حیات حقیقی عطا فرمادی جاتی ہے، جیسا کہ وہ دنیا میں زندہ تھے اور انبیاء کی یہ حیات شہداء کی حیات سے بہت زیادہ کامل وافضل ہے کیونکہ شہداء کی حیات تو معنوی ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ،81)

(6) تمام علماء اسلام اس پر متفق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حیات میں کوئی شبہ نہیں ہے، اسی طرح باقی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اپنی قبورِ مقدس میں اس حیات کے ساتھ

زندہ ہیں جو حیاتِ شہداء سے کامل تر ہے، جس کے بارے میں قرآن پاک میں خبر دی گئی ہے اور کیوں نہ ہو کہ حضور ﷺ سید الشہداء ہیں اور شہیدوں کے اعمال آپ ہی کے ترازو میں ہے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ 266)

(7) اکابر علماء اسلام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام دنیا میں بھی حیات کو ثابت کیا جائے، لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے افضل و اکمل واتم ہے، یہی مذہب مختار و منصور ہے، اور بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ زندہ ہیں اور جو لوگ آپ ﷺ پر صلوۃ وسلام بھیجتے ہیں آپ ﷺ اس کو خود سماعت فرماتے ہیں، ''شفاء السقام'' میں امام تقی الدین سبکی کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کی موت دائمی نہیں، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ذائقہ موت کے بعد زندہ فرمادیا ہے، اور ملکیت کا انتقال وغیرہ اس موت کے ساتھ مشروط ہے جو دائمی ہو، اور یہ حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ اور اکمل ہے، روح کے لئے حیات کا ثبوت بغیر شبہ واشکال کے ہے، احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام بوسیدہ نہیں ہوتے، اور تمام مُردوں کے لئے روح کا جسم میں لوٹنا ثابت ہے (یعنی منکر نکیر کے سوال کے وقت مردے کو جو روح لوٹائی جاتی ہے وہ مراد ہے) اگرچہ شہداء نہ ہوں، کلام تو بدن کے اندر روح کے قیام کرنے سے متعلق ہے، اس قیام سے وہ اسی طرح زندہ ہو جس طرح دنیا میں زندہ تھے یا بغیر روح کے ہی زندہ رہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، اس لئے کہ روح کی حیات دائمی اہل سنت و جماعت کے نزدیک ایک عادی بات ہے، نیز عقل بھی اسے جائز مانتی ہے پس اگر کوئی دلیل سمعی صحت کو پہنچے تو اس پر اعتقاد کرنا واجب ہے، علما کی جماعت اس بات کی قائل ہے اور اس کو ثابت کرتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا (جیسا کہ احادیث میں موجود ہے) یقیناً ایسے جسم کا تقاضا کرتا

ہے جو محل حیات ہو (یعنی حقیقی جسم جیسا کہ دنیا میں تھا) اور اسی طرح جو صفات شب معراج میں مذکور ہیں اور انبیاء کی جانب منسوب ہیں (مثلاً بیت المقدس میں جماعت وغیرہ) سب اجسام ہی کی تو صفات ہیں۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ، 269,270)

(8) حیاتِ انبیاء کے حق میں جو دلائل ہیں ان سے مراد حیات بدنی (حیات حقیقی جسمانی) ہے، جیسا کہ دنیا میں تھی اس کے باوجود انبیاء کرام دنیا سے بے نیاز ہیں اور دنیا کے مادی اسباب کے محتاج نہیں ہیں جن پر دنیاوی زندگی کا انحصار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ وہ مادی وسائل کے بغیر زندہ رکھے اور جسم میں کچھ احوال و اعراض پیدا کردے تاکہ امر کہ بعد ان کی جانب کوئی احتیاج ہی باقی نہ رہے، جیسا کہ کبھی کبھی فرحت و سرور کی حالت یا نہایت غم والم کے عالم میں کھانے پینے کی بندہ کو حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس کا خیال بھی نہیں آتا۔

بندہ مسکین (شیخ عبدالحق محدث دہلوی) کے نزدیک وہ حدیث جو کہ صوم وصال کے بارے میں ہے، عِنْدَ رَبِّی یُطْعِمُنِی وَیَسْقِیْنِی (یعنی میں اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں مجھ کو وہی کھلاتا و پلاتا ہے) یہ حدیث بھی حیات النبی ﷺ میں کافی ہے۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 611)

(9) اب یہ چیز پوشیدہ نہ رہے کہ اصل حقیقی و دنیاوی حیات ثابت ہو جانے کے بعد اگر کوئی یوں کہے (تو حرج نہیں) کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے جسد مقدس و مطہر کو یہ قدرت و طاقت عطا فرمائی ہوئی ہے کہ آپ ﷺ جہاں چاہیں بذات خود وہاں پر تشریف لے جائیں یا مثالی صورت میں وہاں پہنچ جائیں خواہ آسمان پر جانا چاہیں یا زمین پر اور خواہ کہیں قبر میں جانا ہو (یعنی کسی امتی کی قبر کو شرف بخشنے کے لئے) یا کسی دیگر مقام پر اس کے باوجود ہر وقت آپ ﷺ اپنی قبر انور کے ساتھ خاص نسبت رکھتے ہیں، جیسا کہ ثابت ہے۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 612)

(10) یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک میں سے ہی تصرف ونفوذ کی یہ حالت ہو کہ تمام آسمان وزمین اور جنت وغیرہ یعنی ہر جگہ کے حجابات اٹھ چکے ہوں اور حضور ﷺ بغیر کسی تجاوز یا انتقال کے وہاں سے ہی تصرف نفوذ فرمارہے ہوں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،613)

☆ان سابقہ عبارات میں حضرت شیخ نے اپنے عقیدے کو روز روشن کی طرح عیاں فرمادیا ہے، بقول اعلیٰ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ یہ تھا،

تو زندہ ہے واللہ ! تو زندہ واللہ !
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے
انبیاء کو بھی اجل آنی ہے
ایسی آنی کے فقط آنی ہے
اس ایک آن کے بعد انکی حیات
مثل سابق وہی جسمانی ہے

توسل، استمداد، استغاثہ

(1) حضور نبی کریم ﷺ کی جناب میں توسل واستغاثہ اور استمداد از انبیاء ومرسلین یہ متقدمین ومتاخرین بزرگوں کا فعل ہے، خواہ یہ آپ ﷺ کے عالم وجود میں آنے سے پہلے ہو یا اس کے بعد، حیات دنیویہ ہو یا عالم برزخ، خواہ میدان قیامت ہو کہ جس دن انبیاء ومرسلین کو دم مارنے کی جگہ نہ ہوگی اس وقت حضور نبی کریم ﷺ باب شفاعت کھلوا کر اولین وآخرین کو نعمت کے دریاؤں اور رحمت کے انوار سے مستفیض فرمائیں گے اور حضور ﷺ سے استمداد حاصل کرنے میں ان چاروں مقامات کے لئے بہت سے اخبار وآثار موجود ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ،294)

(2) شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر مخالفین کے اعتراضات کے جوابات

دیتے ہوئے مسئلہ توسل واستعانت واستمداد میں مسلک اہل سنت وجماعت کے مؤقف کو ان الفاظوں میں تفصیلاً بیان فرماتے ہیں۔

اہل قبور سے استمداد کا بعض فقہاء نے انکار کیا ہے، ان کا انکار اگر اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو زائرین اوران کے احوال کا علم نہیں ہے، اور وہ (اہل قبور) ان کی بات نہیں سنتے تو اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے، اور اگر انکار اس بنا پر ہے کہ اہل قبور کو اس جگہ قدرت وتصرف حاصل نہیں ہے حتی کہ امداد کریں بلکہ وہ قید ہیں انہیں منع کیا گیا ہے، اور وہ لاحق ہونے والی محنت اور سختی میں مصروف ہیں جس نے انہیں دوسرں سے روک رکھا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے خصوصاً متقین (کے حق میں) جو اللہ تعالٰی کے دوست ہیں ہوسکتا ہے کہ ان کی روحوں کو برزخ میں قرب وقدر ومنزلت کی حاصل ہو جائے، اور ان کا وسیلہ پکڑنے والے زائرین کی حاجتوں کی طلب، دعا اور شفاعت کی قدرت مل جائے جیسا کہ قیامت کہ دن ہوگا تو اس کی نفی پر کونسی دلیل ہے؟

علامہ قاضی بیضاوی نے ''وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا '' کی تفسیر بدن سے جدا ہوتے وقت نفوس فاضلہ کی صفات کے ساتھ کی ہے، کہ انہیں جسموں سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے اور وہ خوشی خوشی عالم ملکوت کی طرف چلے جاتے ہیں، وہاں سیر کرتے ہیں اور حضائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پس وہ شرافت اور قوت میں ''مدبرات'' میں سے ہو جاتے ہیں۔

کاش ہمیں علم ہوتا کہ یہ فرقہ جس استمداد وامداد کا انکار کرتا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف محتاج وفقیر دعا کرنے والا، اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہے اور بارگاہ رب العزت سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے، اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں مقرب، معظم ہستی کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے، اور کہتا ہے'' اے مولیٰ! اس بندہ کریم کی برکت سے

جس پر تو نے رحمت اور سر فرازی فرمائی ہے اور تیرا خاص لطف و کرم اس کی طرف مبذول ہے، میری حاجت پوری فرما دے کہ تو کریم حاجت روا ہے'' یا اس بندۂ مکرم کو نداء کرتا ہے کہ ''اے بندۂ خدا! اے اللہ تعالیٰ کے ولی! میری سفارش کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میرا مقصد و مدعا پورا فرمائے اور میری حاجت بَرلائے''۔

پس عطا فرمانے والا اور جس سے سوال کی امید ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے، ''قادر'' ''فاعل'' اور ''وجود میں تصرف فرمانے والا'' صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے، اولیاء اللہ اپنے رب کے فضل، اس کی قدرت اور اس کے غلبے کے سامنے فانی و عاجز ہیں، ان کے لئے (حقیقی) فعل قدرت اور تصرف نہ اب ثابت ہے اور نہ ہی اس وقت ثابت تھا جب وہ دنیا میں زندہ تھے (یعنی ذاتی تصرف، ورنہ عطائی کی شیخ اگلی عبارات میں خود وضاحت کر رہے ہیں) امداد و استمداد اس معنیٰ کے لحاظ سے جو ہم نے ذکر کیا (یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے) اگر موجب شرک اور ماسوی اللہ کی طرف توجہ کا سبب ہے جیسا کہ منکر گمان کرتے ہیں تو چاہیے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے ان کی ظاہری حیات میں بھی توسل اور ان سے دعا کی درخواست ممنوع ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں، بلکہ بالاتفاق مستحب و مستحسن اور دین میں شائع اور متعارف ہے اور اگر منکرین (مسئلہ امداد و توسل) کہیں کہ یہ حضرات وفات کے بعد معزول ہو گئے ہیں اور اس حالت اور کرامت سے باہر جا چکے ہیں جو کہ انہیں دنیاوی زندگی میں حاصل تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے؟ اور اگر کہیں کہ وفات کے بعد لاحق ہونے والی آفات کے سبب انہیں روک دیا گیا ہے اور وہ ان آفات کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے کہ یہ مشغولیت قیامت کے دن تک مسلسل جاری رہے گی، زیادہ سے زیادہ یہ کہ مخلوق کی طرف توجہ ہمیشہ نہ ہو اور استمداد کا

فائدہ عام نہ ہو بلکہ ممکن ہے کہ بعض حضرات عالم قدس کی طرف منہمک ہوں اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف انکی محویت کا یہ عالم ہو کہ نہ تو ان کی توجہ دنیا کی طرف ہو اور نہ ہی انہیں احساس ہو، اور وہ (اس محویت کے باعث) دنیا میں کوئی تصرف اور تدبیر بھی نہ کر سکتے ہو، جیسا کہ اس جہان میں بھی مجذوبوں اور اصحاب ہوش کے حال کا فرق ظاہر ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ اختلاف انبیاء کرام کے علاوہ میں ہے کیونکہ انبیاء کرام زندہ ہیں، حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ، اور اولیاء زندہ ہیں اخروی و معنوی زندگی کے ساتھ، کچھ عرصہ سے ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو اولیاء اللہ سے استمد اد و استعانت کا منکر ہے، اولیاء اللہ دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت کر چکے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں خوشحال اور رزق دیے جاتے ہیں لیکن لوگوں کو شعور نہیں ہے، منکرین ان حضرات کی طرف توجہ کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں (جیسا کی دیوبندی، وہابی وغیرہ اور شیخ کے زمانے میں ہی اس فرقے نے عروج پکڑا اور اختلافات رونما ہوئے) اور جو ان کی زبان پر آتا ہے کہتے ہیں (جیسا کہ انکی کتب مثلاً تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں مذکور ہے) عرصہ دراز سے اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل میرے دل میں تھی آج توفیق الٰہی سے بیان کر دی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں ''اے اللہ! ہمیں حق کو حق دکھا اور اس کی پیروی کی توفیق عطا فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرما''۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج، 5 صفحہ، 234-231)

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کی سابقہ گفتگو سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ انبیاء و اولیاء باذن اللہ مدد فرماتے ہیں، اس میں زندگی اور موت کے بعد کی حالتیں یکساں ہیں، بلکہ بعد از موت تو ان کی روحانی طاقتوں میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، نیز شیخ نے ارشاد فرمایا کہ جو بعض فقہاء نے انکار کیا بھی ہے تو وہ فقط اولیاء اللہ کے بارے میں ہے، انبیاء علیہم السلام

کے بارے میں کسی کا بھی ایسا عقیدہ نہیں ہے، کیونکہ وہ تو بعد وصال بھی حقیقی زندگی سے موصوف ہیں۔اب ذیل میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت کا حوالہ پیش کرتے ہیں جس میں شیخ نے مطلقاً استمداد و توسل کیلئے قاعدہ کلیہ امام غزالی کے حوالے سے بیان فرمایا ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

(3) امام حجۃ الاسلام سیدنا محمد بن محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص سے حالت زندگی میں مدد مانگ سکتے ہیں وفات کے بعد بھی اس سے مدد مانگ سکتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج،2، صفحہ،923)

(4) جس شخص سے حالت زندگی میں برکت حاصل کرتے ہیں بعد موت بھی اس سے برکت حاصل کر سکتے ہیں، امام شافعی نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم ﷺ کی قبر قبولیت دعا کے لئے تریاق اکبر ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا، کہ ہم نے چار اولیاء اللہ کو پایا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح سے حالتِ حیات میں کرتے تھے۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ،286)

(5) علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان نیک لوگوں کا توسل بھی پکڑا جا سکتا ہے، جن کا حضور ﷺ کے دربار سے کسی قسم کا تعلق ہو، اس بات کے متعلق بھی بہت سی احادیث ہیں، چنانچہ حضرت عمر فاروق ﷺ کا حضرت سیدنا عباس ﷺ کے ذریعہ سے استسقاء کے لئے توسل کرنا اس بات کی تائید کرتا ہے، اور یہ صحیح احادیث میں مذکور ہے، حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ جب قحط سالی ہوتی تھی تو حضرت عمر ﷺ استسقاء (بارش طلب کرنے) میں حضرت عباس ﷺ کا توسل پکڑتے، اور کہتے" اے اللہ! اس سے پہلے جب قحط سالی ہوتی تھی تو ہم تیرے نبی ﷺ کا توسل پکڑتے تھے اور تو پانی برساتا تھا اب تیرے نبی کے چچا کا توسل پکڑتے ہیں لہذا ہمیں بارش عطا فرما" تو بارش برسنا شروع ہو جاتی"۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ،300-299، اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،726)

(6) بندہ مسکین شیخ عبدالحق کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبوں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء سے تمسک وتوسل بایں وجہ جائز ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں قرب ومنزلت حاصل ہوتی ہے اور ان کی تعظیم بھی صرف اس وجہ سے ہی کرتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور رسول مقبول ﷺ کی اتباع خوب کرتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،345)

(7) مشائخ وصوفیاء قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں، عالم برزخ میں بعض اولیاء کا تصرف دائم وباقی ہے اور ان کی ارواح مقدسہ سے توسل واستمداد ثابت وموثر ہے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ،81)

(8) اور یہ فطری بات ہے کہ بزرگوں کے حالات سن کر ہر شخص کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گا کہ ان کو یہ سعادت ابدی صرف اس لئے حاصل ہوئی کہ وہ حسن عمل کے پیکر تھے، جس سے خود اس کے دل میں لامحالہ حسن عمل کی طرف قدم بڑھانے کا ایک لازوال جذبہ پیدا ہو جائے گا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ پاکیزہ ارواح ہمارے اس طرح یاد کرنے سے خوش ہوں اور اس کے عوض میں وہ ہمیں بھی عالم آخرت میں یاد کریں، اور مدد کے لیے اپنے دروازہ کو طالب کے لئے کھول دیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی 7، صفحہ، اردو، صفحہ،28)

(9) ان بزرگوں کے مناقب وفضائل میں لب کشائی کروں اور حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم سے تعاون کی درخواست کرتے ہوئے انہیں پیر دستگیر وفریادرس بنی آدم کے دربار میں وسیلہ بناؤں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 7، اردو، صفحہ،29)

(10) ایک مقام پر شیخ عبدالقادر جیلانی ؓ کا قول مبارک نقل فرماتے ہیں۔

فرمایا کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تا کہ مراد پوری ہو اور فرمایا "جو کسی مصیبت میں میرے وسیلہ سے امداد چاہے تو اس کی مصیبت دور ہو جو کسی سختی میں

میرا نام لے کر پکارے اسے کشادگی حاصل ہو جو میرے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی مرادیں پیش کرے تو پوری ہوں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 19، اردو، صفحہ 50)

(11) خصوصاً صالحین کی زیارت کے وقت ادب کی رعایت حسب مراتب ضروری ہے۔ جس طرح ان کی زندگی میں کیونکہ صالحین ان کی زیارت کرنے والوں کے ادب کے مطابق ان کی زبردست مدد کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج 2، صفحہ 931)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک مقام پر اولیاء اللہ کی حیات اور بعد وصال توسل و امداد اور ان کے تصرفات کے بارے میں نہایت نفیس گفتگو لکھتے ہیں ہم وہ تمام من وعن یہاں نقل کر دیتے ہیں۔

(12) مشائخ صوفیہ اور بعض فقہائے کرام نے اولیاء اللہ سے مدد حاصل کرنے کو ثابت اور جائز قرار دیا ہے اور یہ عقیدہ اہل کشف اور ان کے کاملین کے یہاں طے شدہ عقیدہ ہے، یہاں تک کہ بہت سے حضرات کو ان کی ارواح سے فیوض وفتوح حاصل ہوئے ہیں، اسے اصطلاحات صوفیہ میں ''اویسی'' کہتے ہیں۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر انور قبولیتِ دعا کے لئے تریاقِ مجرب ہے، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جس سے اسکی زندگی میں مدد لینا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے'' مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا ''میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر، اس میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ معروف کرخی اور دو بزرگ اور شمار کئے جاتے ہیں اور ان چار میں حصر مقصود نہیں جو کچھ اس بزرگ نے دیکھا اور پایا اس کا بیان کر دیا۔

سیدی احمد بن رزوق جو کہ اعاظم فقہاء علماء اور مشائخ دیار مغرب میں سے ہیں فرماتے ہیں، ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے دریافت کیا کہ زندہ کی امداد زیادہ قوی ہے یا میت کی؟ میں نے کہا ایک قوم کہتی ہے زندہ کی امداد قوی ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ میت کی امداد قوی تر ہے، شیخ نے فرمایا، ہاں کیونکہ وفات یافتہ بزرگ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اس کے سامنے ہے، اس (امداد اولیاء اللہ کے) بارے میں اس گروہ صوفیہ سے اس قدر روایات منقول ہیں کہ حد و شمار سے باہر ہیں۔

پھر کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اس عقیدہ کے منافی و مخالف ہو، اور اس کی تردید کرتی ہو، بلکہ آیات واحادیث سے تحقیقی طور پر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ روح باقی ہے، اور اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم وشعور ہوتا ہے، اور ارواح کاملین کو جناب حق تعالیٰ میں قرب ومرتبہ حاصل ہے جس طرح زندگی میں انہیں حاصل تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کی قوت وطاقت حاصل ہے، یہ سب کچھ انکی ارواح کرتیں ہیں وہ باقی ہیں اور متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہے، یہ سب کچھ حقیقتاً اسی کی قدرت کا کرشمہ ہے، یہ حضرات اپنی زندگی میں اور بعد از وصال جلال حق میں فانی ومستغرق ہیں، لہٰذا اگر کسی کو دوستانِ حق کی وساطت سے کوئی چیز ومرتبہ حاصل ہو جائے تو کوئی بعید نہیں (یعنی اس میں انکار درست نہیں) جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا اور حقیقتاً تو فعل وتصرف حق تعالیٰ جل جلالہ کا ہوتا ہے نیز ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جو (اولیاء اللہ) کی زندگی اور موت میں فرق کرے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج،2، صفحہ،923)

(13) خلیفہ ابو جعفر عرض کرنے لگا "اے ابو عبد اللہ! (یہ امام مالک کی کنیت ہے) میں اپنا منہ

اپنی دعا کے وقت قبلہ سے پھیروں یا کہ رسول اکرم ﷺ سے پھیروں؟'' تو امام مالک نے ارشاد فرمایا ''تم رسول اللہ ﷺ سے کیوں اپنا منہ پھیرتے ہو جبکہ وہ تمہارے لئے وسیلہ ہیں اور قیامت کے دن تمہارے والد حضرت آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہوں گے، جاؤ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور شفاعت طلب کرو۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ 438)

شیخ الاسلام والمسلمین سیدی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے سابقہ دلائل وحوالہ جات سے اس بات کا بیّن ثبوت ملتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے استمداد وتوسل کرنے میں تو کسی بھی محقق عالم دین نے اختلاف نہیں کیا کیونکہ حضور ﷺ اور اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام بعد وصال بھی زندہ ہیں اپنی حیات حقیقی دائمی کے ساتھ موصوف ہیں، ہاں اگرچہ بعض فقہاء ومحدثین نے استمداد وتوسل بالاولیاء اللہ میں کلام کیا ہے لیکن جمہور فقہاء ومحدثین نے ان کے برخلاف اس مسئلے کا اثبات دلائل قاہرہ ونصوص ظاہرہ سے باحسن طریقے پر کیا ہے، اور توسل واستمداد کے متعلق حقیقتِ حال کو واضح کر کے شکوک وشبہات کا ازالہ کر دیا ہے۔

شیخ محقق نے ایک مقام پر منکرین کے نوپید فرقے کی جانب بھی اشارہ کیا ہے جو کہ اپنے ماسوا عقائد کے حامل لوگوں کو اور بالخصوص حامیین مسئلہ توسل واستمداد کو کافر ومشرک اور قبر پرست جیسے قبیح الفاظ سے منسوب کرتے ہیں، اس فرقے کے بارے میں شیخ نے اشارۃً اور مسئلہ توسل کے اثبات میں صراحۃً ان کی خباثتوں کا بیان کر کے حق کو واضح فرما دیا ہے۔

آج ہمارے دور میں بھی اسی فرقے کے افراد نے نیا نام لیکر وہی کام شروع کر رکھا ہے، جو کہ اُس دور میں اُن لوگوں نے کیا ہوا تھا، آج اس فرقے کا نام دیوبندی، وھابی، غیر مقلدین وغیرہ ہے، یہ اور ان کی ہم عقیدہ جماعتیں شبانہ روز مسلمانوں کو کافر ومشرک کہنے میں سرگرم عمل ہیں۔

مسئلہ استمداد وتوسل کے انکار میں ان کی جانب سے ایک بنیادی اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے، کہ حضور ﷺ سے جو لوگ توسل واستمداد کرتے ہیں حضور ﷺ کو تو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی (معاذ اللہ) ہم مزید گفتگو کرنے کے بجائے شیخ محقق ہی کے حوالے سے اس بات کا جواب تحریر کر دیتے ہیں، کہ کیا حضور ﷺ سے مدد مانگنے والوں کی حضور ﷺ کو خبر ہوتی ہے اور کیا حضور ﷺ ان کی امداد دستگیری فرماتے ہیں، شیخ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

(14) حضرت میمونہ کی حدیث جسے امام طبرانی نے "معجم صغیر" میں نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک رات میں نے سنا کہ حضور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے تین مرتبہ "**لبیک لبیک**" ارشاد فرمایا اور تین مرتبہ "**نصرت نصرت**" یعنی میں مدد کرتا ہوں، میں نے قریب آکر حضور ﷺ سے پوچھا "یارسول اللہ ﷺ! میں نے آپ کو یہ باتیں کرتے ہوئے سنا ہے کیا کوئی شخص موجود تھا جس سے آپ باتیں کر رہے تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "یہ شخص راجز بنی کعب تھا جو بنو خزاعہ سے ہے، اس نے مجھ سے مدد مانگی تھی اور وہ کہتا تھا کہ قریش نے بنو بکر کی اعانت سے ہم پر شب خوں مارا، تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی اپنے چالیس سوار لئے ہوئے مکہ مکرمہ سے مدینہ شریف پہنچ گیا اور جو کچھ واقعہ ہوا تھا تمام عرض کر دیا۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 386)

نوٹ: عام طور پر یہ حدیث پیش کی جاتی ہے لیکن اصل حوالے کے لئے لوگوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ہم یہاں اس کا حوالہ لکھ دیتے ہیں تاکہ بوقت ضرورت آسانی ہو۔

(معجم الکبیر للطبرانی: ج، ۲۳، صفحہ، ۴۳۳، رقم الحدیث، ۱۰۵۲، مکتبہ ابن تیمیہ بمصر معجم الصغیر للطبرانی: ج ۲، صفحہ، ۱۶۷، رقم الحدث، ۹۶۷، مکتب الاسلامی، بیروت شواہد الحق للنبہانی: اردو، صفحہ، ۴۵۷، حامد اینڈ کمپنی، لاہور)

اس عبارت میں دیکھئے کہ بنوخزاعہ کا راجز اپنے شہر میں جو کہ مکہ کے قریب تھا اس شب خوں والی رات میں حضور ﷺ کو پکارتا ہے تو حضور ﷺ اس کی پکار سن کر جواب ارشاد فرماتے ہیں۔ تین دن بعد اس قبیلے کے افراد آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تمام واقعہ عرض کرتے ہیں، اس سے

معلوم ہوا کے حضور ﷺ امداد دستگیری فرماتے ہیں، یہ واقعہ اگرچہ حیات مبارک کا ہے لیکن وصال کے بعد بھی ایسا ممکن ہے کیونکہ آپ اکی حیات و وفات میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے۔(فافہم)

ایمان والدین کریمین ﷺ

(1) متاخرین علمائے اسلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے والدینِ کریمین بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء و امہات کا ایمان ثابت کیا ہے، اس اثبات کے لئے انہوں نے تین طریقے اختیار کئے ہیں ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی بلکہ یہ حضرات زمانہ فترت میں ہی انتقال کر چکے تھے ان کو حضور ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہ ملا، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور ﷺ کی دعا سے دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، حضور ﷺ کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی ذات میں ضعیف ہے، لیکن متعدد طرق سے اس کی تصحیح اور تحسین کردی گئی ہے (اس لئے اب اس کا ضعف ختم ہو گیا ہے اور قواعد حدیث کی رُو سے اس سے استدلال و حجت پکڑنا درست ہے) اور یہ بات اگرچہ متقدمین (علماء اسلام) سے پوشیدہ رہی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین (علماء اسلام) پر کھول دی۔ **واللّٰہ یختص برحمتہ من یشاء بما شاء من فضلہ** (اللہ تعالیٰ جسے چاہے جس چیز سے چاہے اپنی رحمت و فضل سے خاص فرمادے)۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں (تقریباً 11) رسائل تصنیف کئے ہیں (مثلاً **مسالك الحنفا في ايمان والدي المصطفى، التعظيم والمنة، السبل الجلية** وغیرہ، ان کے بارے میں مزید تفصیل اعلیٰ حضرت کی ایمان والدین کے موضوع پر شاہکار

تصنیف ''شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام '' کے مقدمہ میں راقم الحروف نے شرح وبسط کے ساتھ لکھ دی ہے جو شاید اس کے علاوہ یکجا نہ ملے، مکمل کتاب مذکور راقم کی تحقیق کے ساتھ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی اور دار المبرور کی جانب سے مشترکہ طور پر سالانہ امام احمد رضا کانفرنس، ۲۰۱۱ء میں شائع ہوئی) اور دلائل سے اس مسئلے کا اثبات فرمایا اور مخالفین کے شبہات کے جوابات دیئے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج،2، صفحہ،927)

☆اس مسئلے کی حقانیت کو شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ''اشعۃ اللمعات'' میں ایک اور مقام پر واشگاف الفاظ میں یوں لکھتے ہیں۔

(2) رہا معاملہ آپ ﷺ کے آبائے کرام کا تو وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک تمام کفر کی میل اور نجاست شرک سے پاک رہے، جیسا کہ (حدیث میں) فرمایا ''میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا ہوں''۔ اس پر متاخرین علماء حدیث نے بہت سے دلائل تحریر کیے ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم یہ ایسا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو متاخرین کے ساتھ مخصوص فرمایا یعنی اس بات کا علم کہ آپ ﷺ کے آباؤ اجداد دینِ توحید و اسلام پر تھے، حالانکہ متقدمین کے کلام سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، (لیکن ان شاء اللہ وہ حضرات بھی اس معاملے میں قابلِ معافی ہی رہیں گے کیونکہ یہ ایک علمی مسئلہ ہے اس میں ان کی ذاتی عداوت ہرگز نہیں تھی، بس وہ اس مسئلہ کی حقیقی مراد نہ پاسکے، واللہ غفور رحیم) یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ شیخ جلال الدین سیوطی ؒ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس مسئلہ پر رسائل لکھے اور خوب واضح فرمادیا حاشا للہ! ایسا نہیں ہوسکتا کہ اس نور پاک کو تاریک جگہ رکھا جاتا اور روزِ قیامت آپ کے آباء کی تحقیر و رسوائی ہوتی۔ (معاذ اللہ) (اشعۃ اللمعات، باب الفضائل، ج،7، صفحہ،136)

(3) روایت ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد وفات حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں، امام طبرانی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ ''حضور ﷺ نے مقام حجون پہ جس قدر مشیتِ الٰہی تھی قیام فرمایا، اس کے بعد خوشی خوشی مراجعت فرمائی تو ارشاد فرمایا، میں نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے میری والدہ کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر فوت ہو گئیں''۔

اور امام ابوحفص بن شاہین نے اپنی کتاب ''ناسخ ومنسوخ'' میں بھی ایسا ہی ذکر کیا ہے، حافظ ناصر الدین دمشقی نے کیا خواب ارشاد فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو بہت فضیلت مرحمت فرمائی کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا تاکہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں یہ خاص فضل ہے، پس سلام عرض کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے۔ (ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ 80,81)

☆ حضور نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق علماء اسلام نے نہایت تحقیق کے ساتھ اس مسئلے کو قرآن وحدیث کی ''نصوص ظاہرہ'' اور ائمہ تفسیر وحدیث کے بیان کردہ ''دلائل قاہرہ'' سے ثابت کیا ہے، جن میں امام اجل محدث جلیل علامہ جلال الدین سیوطی شافعی ص سرفہرست ہیں، آپ نے اپنی تصانیف میں عموماً اور بعض (تقریباً 11 مستقل) رسائل میں خصوصاً اس مسئلے کو نہایت مدلل انداز میں تحریر کر کے مخالفین کے شبہات کا ازالہ کیا اور ایمان والدین کریمین تا آدم علیہ السلام کو ثابت کیا ہے۔

اور حق بھی یہ ہی ہے، کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو زندہ کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے (اشعۃ اللمعات، ج، 1، صفحہ 325) پر ذکر کیا ہے تو حضور ﷺ کے لئے آپ کے والدین کو زندہ کرنے میں کون سے تعجب کی بات

ہے؟؟ اور جب کہ یہ بات مسلمہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا مقام و مرتبہ ہے۔

علماء اسلام بیان فرماتے ہیں کہ صرف آپ ﷺ کے نام کی برکت سے مردے زندہ ہوسکتے ہیں جیسا کہ شیخ محقق نے (اشعۃ اللمعات، ج،5، صفحہ،409) پر ذکر کیا ہے، جب نام کی اتنی برکت ہے تو اگر خود حضور ﷺ بارگاہ رب تعالیٰ میں اس کے لئے عرض گذار ہوں تو وہ عرض کیونکہ قبول نہ ہوگی، اس مسئلہ میں حق وصواب وہی ہے جو کہ امام جلال الدین سیوطی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور مخالفین کو حق قبول کرنے کی توفیق عطا کرے۔

گر نہ چراغ لطف تو راہ نماید ازکرم
قافلہ ائے شب رواں پے نبرد بمنزلے

مسئلہ ندائے انبیائے عظام واولیائے کرام ﷺ

(1) اس کلام کی تحقیق بعض علمائے اسلام نے اس طرح کی ہے کہ سلام بھیجنا سید انام ﷺ پر دو قسم کا ہے اول یہ ہے کہ حضور ﷺ کے لئے نزولِ سلام ورحمت کی دعا ودرخواست اللہ تعالیٰ سے ہو پھر خواہ لفظ حاضر سے ہو یا غائب سے، اس کا کہنے والا دربارِ رسالت میں حاضر ہو یا نہ ہو، وہ کہے "السلام علی محمد یا پھر کہے **السلام علیك یا رسول اللہ** اس قسم کو بعض علماء نے جناب رسالت ﷺ کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ،263)

(2) پروردگار عالم جل جلالہ کا یہ قاعدہ جاری ہوگا، کہ ایک فرشتہ دربارِ رسالت ﷺ میں مقرر رہتا ہوگا کہ بندوں کا سلام پہنچایا کرے، جیسا کہ بادشاہوں میں دستور ہے (یعنی بادشاہ کے خدام، جس طرح کوئی شخص ملنے آتا ہے تو بادشاہ کو اس کے خادم پہلے جاکر خود پیغام دیتے ہیں اسی

طرح حضور ﷺ کی بارگاہ میں خدام فرشتے ہیں اور وہ امتی کے سلام کا پیغام بادشاہ و شہنشاہ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کر دیتے ہیں) اس کے باوجود بعض خاص بندوں، خاص مقربین اور تمام شکستہ دلوں کا سلام حضور ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں اور بہ نفس نفیس جواب دیتے ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ، 265)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سُن ہو گیا کسی شخص نے عرض کی "اپنے سب سے زیادہ محبوب شخصیت کا نام لو تو اس مصیبت سے نجات مل جائے گی" پس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح پکارا "یا محمد ﷺ " تو ان کا پاؤں فوراً ہی درست ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ، 447)

(4) حضرت شیخ الاسلام والمسلمین عبدالحق محدث دہلوی اپنے قصیدے میں یوں عرض کرتے ہیں۔

خرابم درغم ہجر جمالت یا رسول اللہ ﷺ
جمال خود نمار رحمے بجان زار شیدا کن

ترجمہ: "یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے غم و فراق میں فریفتہ ہو چکا ہوں، اپنا جمال دکھائیں اس جان زار عاشق پر رحم فرمائیں"۔

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما
بلطف خود سروسامان جمع بے سروپا کن

ترجمہ: جیسے بھی ہو یا رسول اللہ ﷺ! اپنے کرم سے نوازیں اور اپنی عنایت سے اس بے یارومددگار کو سامان بخشیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 323، اردو، صفحہ، 628-627)

(5) کشف ارواح کے ذکر "یا احمد" "یا محمد" کے دو طریقے ہیں، اول یہ کہ "یا احمد" کو داہنی طرف اور "یا محمد" کو بائیں جانب سے پڑھتے ہوئے قلب میں "یا مصطفیٰ" کا خیال کرے،

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ "یا احمد" "یا محمد" "یا علی" "یا حسن" "یا حسین" "یا فاطمہ" کا چھ طرف ذکر کرے، اس کے بعد تمام ارواح کا کشف ہو جائے گا نیز مقرب فرشتوں کے اسماء کا ذکر بھی تاثیر رکھتا ہے یعنی "یا جبرائیل" "یا میکائیل" "یا اسرافیل" "یا عزرائیل" کا چہار طرفی ذکر بھی یہی اثر رکھتا ہے نیز "یا شیخ یا شیخ" ہزار مرتبہ اس طرح پڑھے کہ "یا" حرف ندا کو دل کی سیدھی جانب سے نکالے اور شیخ کی ادائیگی کے وقت دل پر ضرب لگائے اس سے بھی کشف ارواح ہو جاتا ہے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 199 صفحہ، اردو، صفحہ، 425)

(6) یا اس بندۂ مکرم (ولی اللہ) کو نداء کرتا ہے "اے بندۂ خدا! اے ولی اللہ! میری سفارش کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میرا مقصد و مدعا پورا فرمائے اور میری حاجت بر لائے پس عطا فرمانے والا اور جس سے سوال و امید ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے، یہ بندہ تو درمیان میں صرف وسیلہ ہے"۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج، 5، صفحہ، 232)

جشن میلاد النبی ﷺ

(1) حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری اور آپ ﷺ کی سلامتی پر خوشی کا اظہار کرنا قربت اور عبادت ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب المناقب، ج، 7، صفحہ، 416)

(2) امام ابن جوزی کہتے ہیں، جب اس کافر ابولہب کو جس کی مذمت قرآن میں آئی اسے خوشی کا یہ صلہ ملا (کہ ہر پیر کے روز عذاب میں کمی ہوتی ہے) جب اس نے حضور نبی کریم ﷺ کی پیدائش پر مسرت کا اظہار کیا تھا، تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو آپ ﷺ کی امت میں ہو کر آپ ﷺ کی پیدائش کی خوشی کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی محبت میں جتنا ہو سکتا ہے خرچ کرتے ہیں، مجھے اپنی زندگی کی قسم! یقیناً خدائے کریم کی طرف سے اس کی یہی جزا ہوگی کہ وہ اپنے عام فضل و کرم سے جنت کے باغوں میں داخل فرمائے گا۔

اور ہمیشہ سے ہی مسلمان حضور ﷺ کے ولادت کے مہینے میں محفلیں کرتے ہیں اور کھانے پکا کر اس مہینے کی راتوں میں طرح طرح کے تحفہ جات خوب تقسیم کرتے ہیں اور ان لوگوں پر اس عمل کی برکت سے بیشمار برکات کا نزول ہوتا ہے اس محفل میلاد کے خصوصی مجربات میں سے یہ ہے کہ وہ سال بھر تک امان پاتے ہیں اور اس سے حاجت روائی ومقصود بر آری کی بڑی بشارت ہے، پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے جس نے میلاد مبارک کے دن عید بنایا، تاکہ جس کہ دل میں بغض وعناد ہے وہ اسے دیکھ کر مزید جل اٹھے۔

(ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ 74)

(3) جو حضرات حرمین شریف میں محافل میلاد مبارک کا انعقاد کرتے ہیں اور میلاد شریف کے ذکر و بیان کرنے کا معمول رکھتے ہیں ان کا درود شریف سے قبل اس آیت کو پڑھنے کا معمول ہے، اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اور پھر وہ اس حکم کو بجالانے کے لئے پڑھتے ہیں، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلَّمْ۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ 493)

(4) بارھویں تاریخ ہی آپ ﷺ کا یوم میلاد ہے اور یہی مشہور ہے اس پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ اسی تاریخ کو وہ حضور ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔

(ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ 71)

(5) اگر ہم یہ کہیں کہ وہ رات جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے ہیں لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے، اس لئے کہ یہ رات تو حضور ﷺ کی رات ہے اور لیلۃ القدر تو حضور ﷺ کو عطا ہوئی ہے اور جو چیز ذات شریف کے ظہور کے سبب سے مشرف ہو وہ اس چیز سے زیادہ شرف والی ہوگی جو ان کو عطا ہونے سے مشرف بنی ہو، اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لیلۃ القدر تو اس لئے محترم ہے کہ اس رات فرشتے اترتے ہیں اور پیدائش کی رات میں تو حضور ﷺ کے ظہور کی شرافت

ہے، اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر کی فضیلت تو حضور ﷺ کی اُمت پر ہے اور شب میلادِ مصطفیٰ کی فضیلت ساری کائنات پر ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے ساری جہان کے لئے رحمت بنایا اور اسی ذات مقدس کے صدقے میں ہی تو زمین و آسمان کی تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عام ہیں۔ (ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ، 73 و مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 17)

(6) یکم ربیع الاول سے بارہ ربیع الاول تک روزانہ ایک ہزار روپے بغرضِ ایصال ثواب بارگاہ نبوت ﷺ اس طرح خرچ کیا جاتا کہ روزانہ ایک ہزار روپیہ اس پر اضافہ کرتے رہتے، یعنی یکم کو ایک ہزار اور دوسری کو دو ہزار، تیسری کو تین ہزار، اور بارہویں کو بارہ ہزار روپے خرچ کرتے تھے حالانکہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب کہ مہنگائی وارزانی کا زمانہ تھا۔

(اخبار الاخیار، فارسی، 227 صفحہ، اردو، صفحہ، 472)

میلاد مبارک کے بارے میں مزید عبارات پیش کرنے کے بجائے فقط ایک جامع حوالہ جو کہ دراصل شیخ کی دعا ہے اسے تحریر کر دیتے ہیں اسی سے میلاد کے بارے میں شیخ کا مسلک واضح و مؤکد ہو جائے گا اور اہل انصاف اس بارے میں شیخ کی محبت، وعقیدت ملاحظہ کریں گے، شیخ فرماتے ہیں۔

''اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں ہے جسے تیرے دربار میں پیش کرنے کے لائق جانوں، میرے تمام اعمال میں فسادِ نیت موجود ہے البتہ مجھ حقیر فقیر کا ایک عمل صرف تیری ذات پاک کی عنایت کی وجہ سے بہت شاندار ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر میں کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی ومحبت وخلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود وسلام بھیجتا رہا ہوں۔

اے اللہ! وہ کونسا مقام ہے جہاں میلاد مبارک سے زیادہ تیری خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے اس لئے اے ارحم الراحمین! مجھے پورا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی بیکار نہ جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا''۔ (اخبار الاخیار، فارسی، 320 صفحہ، اردو، صفحہ، 624)

أعراس بزرگانِ دین

(1) اگر تم یہ کہو کہ ہمارے ملک میں مشائخ کرام کی وفات کے دنوں میں عرس کا رواج ہے اس کی کیا اصل ہے اگر تمہارے علم میں اس کی اصل موجود ہے تو بیان کرو؟ تو میں جواب میں کہوں گا کہ میں (شیخ عبدالحق) نے یہی سوال اپنے شیخ امام عبدالوہاب متقی مکی سے کیا تھا تو انہوں نے اس کے بارے میں جواب دیا کہ ہمارے مشائخ کے طریقے اور ان کی عادتیں ہیں اور اس بارے میں ان کی کچھ نیتیں ہیں، میں نے پھر عرض کیا کہ تمام دنوں کو چھوڑ کر اسی دن کو کیوں خاص کیا؟ تو فرمایا، ضیافت (مہمان نوازی) مطلق سنت ہے لہٰذا تمام دنوں کی تعیین سے قطع نظر کی جائے گی، شریعت میں اس کی نظیریں موجود ہیں، مثلاً مصافحہ کہ بعض مشائخ بعد نماز کرتے ہیں، دسویں محرم (عاشورہ) کو سرمہ لگانا، کہ سرمہ لگانا تو مطلقاً سنت ہے اس کے بعد فرمایا، بعض متاخرین نے مغرب کے مشائخ کرام سے نقل کیا کہ جس دن اُن کا رب تعالیٰ کی بارگاہ میں وصال ہوا اِس دن دیگر دنوں کی نسبت خیر و برکت اور نورانیت کا امیدوار ہونا بہت اچھا ہے اور یہ ان اُمور میں سے ہے جنہیں متاخرین نے مستحسنات میں شمار کیا ہے۔

(ماثبت من السنہ، اردو، صفحہ، 146)

(2) صاحب کتاب "ذخیرۃ" احناف سے نقل کرتے ہیں، بعض احناف کے نزدیک عرسوں میں سماع سے کوئی حرج نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک تو تمام مباح ہے۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 646)

اس عبارت میں ائمہ احناف کے حوالے سے "صاحب کتاب ذخیرۃ" (یہاں پر یا تو قاضی ابوعلی حسن بن عبداللہ بغدادی شافعی متوفی 425ھ مراد ہے یا پھر امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس قرافی مالکی مراد ہے کیونکہ دونوں اماموں نے ذخیرہ کے نام سے کتاب لکھی ہے) نے عرسوں میں سماع کا جواز نقل کیا ہے۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت بھی اعراس بزرگان دین مروج تھا تب ہی تو سماع کو اس میں جائز و مباح کہا گیا، اگر بالفرض عرس ناجائز ہوتا تو اس میں سماع کے بارے میں اباحت کا قول کیوں بیان کیا جاتا؟ پتہ چلا کہ اس دور میں بھی اعراس بزرگانِ دین منعقد ہوتے تھے اور اس کو ائمہ وفقہاء احناف نے بالخصوص جائز وروا رکھا ہے اسی طرح دیگر فقہاء شوافع اور مالکیہ و حنابلہ کا بھی مذہب ہے، اب جو اعتراض کرتے ہیں انہیں شیخ کے اس حوالے پر غور وفکر کرنا چاہیے۔

(3) ایک مرتبہ آپ (شیخ خواجہ حسین ناگوری جو کہ شریعت وطریقت کے مسلمہ امام ہیں) نے اپنے جدّ امجد (غالباً خواجہ صوفی حمید الدین ناگوری) کا عرس کیا اور کھانا تیار کرا کر لوگوں کو کھلایا اور اپنے حصہ کا کھانا افطار کے لئے رکھ لیا آپ کے علاوہ اہل ناگور نے بھی آپ کے جدّ امجد کے عرس کے موقع پر چاول اور ساگ وغیرہ کا کھانا تیار کیا آپ نے اس میں سے بھی اپنا حصہ لیا اور سب یکجا کر کے افطاری کے لئے رکھ دیا (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 182، اردو، صفحہ 394)۔

اس عبارت سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اعراس بزرگان دین ہمیشہ سے اکابرین علماء ومشائخ اور صالحین کا طریقہ رہا ہے، وہ اسے منعقد کرتے رہے ہیں، اب جو معترض ہے وہ شیخ کے اس حوالے پر ذرا توجہ کرے اور حق کو قبول کرے، اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

(4) حضرت شیخ امان پانی پتی متوفی 997ھ کے بارے میں شیخ لکھتے ہیں۔

گیارہِ ربیع الثانی کو حضرت غوث الثقلین (سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی) کا عرس کیا اور فرمایا کہ غوث پاک سے پہلے قدم اٹھانا درست نہیں چنانچہ اس دن عرس کے لیے جو کھانا پکوایا تھا تقسیم کر دیا، بارہ ربیع الثانی کو آپ پر سکراتِ موت کا غلبہ ہوا تو آپ نے اسی حالت میں کلمات توحید بیان کرتے ہوئے بارہ ربیع الثانی 997ھ کو انتقال فرمایا۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 242، اردو، صفحہ 498)

(5) شیخ رکن الدین بن شیخ عبد القدوس فرماتے ہیں، میں ایک دن آپ (یعنی سیدی شیخ

میر ابراہیم متوفی 953ھ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آج حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کا عرس ہے اگر آپ مجلس میں شرکت فرمائیں تو مناسب ہوگا۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 251، اردو، صفحہ 512)

(6) بقر عید کے ایام میں اس علاقہ (دہلی) کے رہنے والے شہر سے نکل کر حضرت مولانا مجد الدین حاجی متوفی 623ھ کے مزار پر جمع ہوتے ہیں اور اس اجتماع کو مولانا مجد الدین کا ختم شریف کہتے ہیں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 50، اردو، صفحہ 113)

ایصالِ ثواب

(1) حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے اسی طرح دعا واستغفار کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے، اہل حق (اہل سنت وجماعت) کا مذہب یہی ہے، ہاں بدنی عبادات میں اختلاف ہے، مثلاً نماز اور تلاوت قرآن وغیرہ، اس میں بھی پسندیدہ و مختار قول یہی ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے، امام عبد اللہ یافعی نے "روض الریاحین" میں فرمایا: کہ شیخ اجل امام علامہ عز الدین بن عبد السلام کو لوگوں نے بعد وفات خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا، ہم دنیا میں فتویٰ دیا کرتے تھے کہ تلاوت قرآن وغیرہ کا ثواب میت کو نہیں پہنچتا مگر اس عالم برزخ میں آکر ہم نے اس کے خلاف پایا ہے (یعنی ثواب ملتا ہے)۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الزکوۃ، ج 3، صفحہ 152 و مدارج النبوۃ، اردو، ج 2، صفحہ 261)

(2) مُردوں کیلئے زندوں کی دعاؤں اور بہ نیت ثواب صدقہ دینے میں اہل قبور کیلئے عظیم نفع ہے اس سلسلے میں بہت سی احادیث وآثار وارد ہوئے ہیں، نماز جنازہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے (یعنی اس سے بھی میت کے لئے دعائے مغفرت وایصال ثواب ہوتا ہے)۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 138)

(3) شیخ احمد مجد شیبانی متوفی 927ھ اپنے شیخ خواجہ حسین ناگوری کے اصول کے مطابق 10 محرم

الحرام اور بارہ ربیع الاول (اس جگہ مذکورہ شیوخ حضور ﷺ کا یوم وصال مراد لے کر ایصال ثواب کا اہتمام بارہ ربیع الاول کو کیا کرتے تھے یہ تاریخ ان شیوخ کے نزدیک معتبر ہوگی لیکن جمہور علماء اسلام نے یوم وصال 2 یا 13 ربیع الاول قرار دیا ہے، بہر حال یہاں مقصود ایصال ثواب کرنا ہے) کو نئے اور دھلے ہوئے کپڑے پہنا کرتے، ان ایام میں راتوں کو زمین پر سوتے اور سادات کے قبرستان میں اعتکاف کرتے اور دن کو ازواج مطہرات اور حضور ﷺ کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے اور صحابہ کرام اور تمام مشائخ عظام کی فاتحہ خوانی حتی الامکان ہرگز ترک نہ کرتے۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ، 184، اردو، صفحہ، 398)

(4) حدیث شریف میں آیا کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی "کونسا صدقہ بہتر ہے کہ میں اپنی والدہ کی طرف سے دوں؟" حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "پانی دو کہ بہترین صدقہ ہے" حضرت سعد بن عبادہ نے حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق کنواں کھدوا کر فرمایا "**ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ**" یعنی "یہ کنواں سعد کی والدہ کے لئے ہے" مالی عبادت میں صدقہ بالاتفاق صحیح ہے اور میت کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، البتہ بدنی عبادت میں اختلاف ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب اعتاق العبد المشترک، ج،4، صفحہ، 505، تکمیل الایمان، اردو، صفحہ، 138)

یہ حدیث مبارک اہل سنت و جماعت کی دلیل ہے کہ میت کو صدقے کا ثواب پہنچتا ہے نیز کسی کی طرف منسوب کر دینے سے وہ چیز حرام نہیں ہو جاتی جیسا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے نامزد کرتے ہوئے فرمایا "**ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ**" نامزد کرنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ صدقہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے لیکن اس کا ثواب فلاں شخصیت کے لئے ہے اور جیسا کہ ختم گیارھویں شریف و دیگر معمولات اہل سنت و جماعت میں بزرگوں کی جانب نسبت کر دی جاتی ہے وہ تمام اسی طریقے پر ہیں، دیو بندی وھابی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اس نکتے کو

نہیں سمجھتے اور ایسے اُمور کو حرام قرار دیتے ہیں۔

یہ سراسر ناجائز و ممنوع طریقہ ہے، اس طرح کرنے سے امت میں انتشار و افتراق کی فضا سازگار ہوتی ہے، لہٰذا افعال و اعمال مسلمین کو حتی الامکان خیر و بھلائی کی جانب ہی پھیرا جائے گا اور جب یہاں اس فعل میں مسلمانوں کی نیت کی وضاحت بھی ہوگئی ہے کہ انکی نیت میں صدقہ وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے اور ثواب وغیرہ کسی بھی شخصیت کے لئے تو پھر کیوں اس وضاحت کو نظر انداز کر کے اسے حرام و ناجائز قرار دیا جاتا ہے اور شریعت مقدسہ کے اُصول وقوانین کی توہین کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

مسئلہ سماعِ موتی

سماعِ موتی کے بارے میں "اشعۃ اللمعات" میں شیخ الاسلام عبدالحق محدث دہلوی نے ایک جگہ نہایت شرح وبسط کے ساتھ تحقیقی گفتگو کی ہے، جس میں منکرین کے دلائل وشبہات کے جوابات تحریر کئے ہیں ہم اس تمام گفتگو کو یہاں من وعن نقل کر دیتے ہیں تاکہ ہر ایک یکساں مستفید ہو سکے۔

(1) یاد رہے کہ یہ حدیث صحیح (یعنی حضرت قتادہ کی روایتِ حدیث جس میں جنگ بدر کے بعد کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ اس کنویں پر گئے جس میں ان کافروں کو ڈال دیا گیا تھا پھر آپ ﷺ نے ان کو پکارنا شروع کیا، یافلاں بن فلاں' الخ) اور امام بخاری مسلم کی روایت کردہ (یعنی متفق علیہ حدیث) اس بات میں صریح ہے کہ مردوں کا سننا ثابت ہے اور جس چیز کے ساتھ انہیں خطاب کیا جائے اس کا انہیں علم حاصل ہوتا ہے، اسی طرح امام مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ جب لوگ دفن کر کے واپس جاتے ہیں تو مردہ انکی جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جنت البقیع کے مدفون حضرات کی زیارت کے لئے

تشریف لے گئے انہیں مخاطب کر کے سلام کیا اور فرمایا "اے مسلمانوں کے گھر والو! تم پر سلامتی ہو تمہیں وہ چیز پہنچی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں" کیونکہ جو شخص سنتا اور سمجھتا نہیں ہے اس کے ساتھ خطاب معقول نہیں ہے اور ایسا فعل بے فائدہ شمار کئے جانے کے لائق ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ جب حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی مکہ مکرمہ میں موجود قبر کی زیارت کرتیں تو انہیں مخاطب کر کے کہتیں، اگر میں تمہاری وفات کے وقت حاضر ہوتی تو تمہیں اسی جگہ دفن کرتی جہاں تمہاری وفات ہوئی تھی اگر میں اس وقت حاضر ہوتی تو اب تمہاری زیارت نہ کرتی۔

علامہ ابن ہمام نے شرح ہدایہ (فتح القدیر) میں فرمایا، اکثر مشائخ اس کے قائل ہیں کہ مردہ نہیں سنتا انہوں "کتاب الایمان" میں تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے کہ فلاں شخص سے کلام نہیں کروں گا پھر اس کی وفات کے بعد اس سے گفتگو کی تو اس قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ قسم اس شخص کے بارے میں منعقد ہے جو سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور مردہ اس طرح نہیں ہے۔ (اس کی وضاحت آرہی ہے)

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں آیا ہے کہ مردہ لوگوں کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے اس جماعت (منکرین) نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ سننا اس وقت کے ساتھ خاص ہے جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے یہ سوال و جواب کے لئے تیاری ہے حالانکہ یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، ظاہر حدیث یہ ہے کہ مردے کو یہ حالت قبر میں حاصل ہے، اس باب میں ذکر کی گئی حدیث نبی ﷺ کے ساتھ خاص ہے اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے کافروں کی حسرت میں اضافہ کرنے کے لیے، مخفی نہ رہے کہ حدیث کو اس مطلب پر محمول کرنا محض احتمال

ہیں اور ایسی تاویل ہے جس پر اس وقت تک محمول نہیں کر سکتے جب تک کہ سننے کے محال ہونے پر کوئی دلیل (صریح) قائم نہ ہو جائے۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ سنانے پر قادر ہے اور حواس کا علم کیلئے سبب ہونا امر عادی اور محض اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہے، اور کبھی یہ (منکرین) جواب دیتے ہیں کہ یہ گفتگو (مردوں کو خطاب کرنا وغیرہ) بطور مثال ہے یہ جواب تو پہلے جواب سے بھی زیادہ بعید اور کمزور ہے، باقی رہا قسم کا معاملہ تو ان کا مدار عرف و عادت پر ہے نہ کہ حقیقت پر (یعنی قسم کے بارے میں امام ابن ہمام نے جو ماتحل فرمایا، اس میں عرف کے اعتبار سے قسم نہیں ٹوٹے گی، اصلاً مردوں کے سننے کی نفی مراد نہیں)۔

اس جماعت (منکرین سماع موتی) کی مضبوط ترین دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس روایت کو رد کر دیا جب انہوں نے یہ حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنی تو کہنے لگیں "رسول اللہ ﷺ یہ کس طرح فرما سکتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى " (النمل،۸۰) اور " وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ (فاطر،۲۲) اسی کی مثل امام ابن ہمام نے بھی فرمایا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تاویل کرتے ہوئے فرمایا کہ "نبی اکرم ﷺ کی مراد یہ ہے کہ اب تم جانتے ہو کہ جو کچھ ہم کہتے تھے حق ہے" نیز یہ بھی فرمایا کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہم ہوا ہے جس کی بنا پر انہوں نے جاننے کے بجائے سننے کا ذکر کر دیا"

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مردوں کے سننے کا انکار کیا اور قرآن پاک کی مذکورہ آیت سے استدلال کیا ہے، لیکن علماء کرام نے حضرت عائشہ کے ارشاد اور اُن کے قرآن پاک سے استدلال کا جواب دیا ہے اور حضرت عائشہ کے اس ارشاد کو قبول نہیں کیا ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے، محمد بن اسحاق نے ''مغازی'' میں سندِ جید اور امام احمد بن حنبل نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت عائشہ سے حضرت عمر کی حدیث جیسی (اثبات سماع والی) حدیث روایت کی ہے گویا حضرت عائشہ نے انکار (سماع موتی) سے رجوع کر لیا تھا کیونکہ ان کے نزدیک اکابر صحابہ کی روایت ثابت ہو چکی تھی اور پھر حضرت عائشہ خود اس واقعہ (جنگ بدر میں) حاضر بھی نہ تھی۔

علماء کی وہ جماعت جو سماع موتی کی قائل ہے انہوں نے حضرت قتادہ کے قول سے استدلال کیا ہے جو حدیث کے آخر میں واقع ہوا ہے، اس قول کا حاصل یہ ہے کہ مردوں کو قبروں میں زندگی کی ایک قسم اور ایک حالت عطا کی جاتی ہے جس سے سماع حاصل ہوتا ہے، حضرت قتادہ کے اس قول میں حضور ﷺ کی تخصیص نہیں ہے کہ یہ سماع بطور معجزہ واقع ہوا اور نہ ہی ان مردوں کی تخصیص ہے بلکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ تمام مردوں میں وہ حالت پیدا کر دے، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو اور کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو، خوب غور کرو اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ کتاب وسنت ایسی چیزوں سے پُر ہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ مُردوں کو دنیا اور دنیا والوں کا علم ہوتا ہے پس اس کا انکار وہی کرے گا جو احادیث سے جاہل ہو اور دین کا منکر ہو۔ (اشعۃ اللمعات، باب حکم الاسراء، ج، 5، صفحہ، 231 . 229 ومدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 139.141)

(2) تمام اہل سنت و جماعت اس پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ سب مُردوں کیلئے اور خاص کر انبیاء علیہم السلام کے لئے ادراک مثل علم وسمع ثابت ہے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ، 270)

(3) جہاں تک علم اور سمع یعنی جاننے اور سننے کا تعلق ہے تو اس کے ثبوت میں کوئی شک نہیں ہے بلکہ علماء کی یہ تصریح موجود ہے کہ یہ صفات تمام مُردوں کو حاصل ہوتی ہیں۔
(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 219)

کرامات اولیاء اللہ ﷫

(1) تمام اہل حق ''اولیاء اللہ'' کی کرامات کے جواز کے قائل ہیں، ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشری اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا عارف ہو، ہمیشہ اطاعت بجالائے اور منع کردہ لذات وشہوات سے روکنے والا ہو، تقویٰ اور اتباع میں بحسب مراتب کامل ہوتا ہے وقوع کرامت یہ کتاب وسنت اور صحابہ کی اخبارِ متواتر سے ثابت ہے اور یہ تواتر معنوی ہے انصاف اور ترک عناد کی صورت میں ان کے انکار کی مجال نہیں ہو سکتی۔

(اشعۃ اللمعات، باب المعجزات، ج،7، صفحہ،329)

(2) اولیاء کی کرامات حق ہیں، ولی اسے کہتے ہیں جو عارف باللہ، اطاعات پر مواظبت، معاصی سے اجتناب، خواہش نفسانی واغراض اور مباح لذتوں وشہوتوں سے پرہیز رکھے، اگر ایسے شخص سے خوارق عادات یعنی کوئی کرامت وقوع پذیر ہوجائے تو جائز ہے، کیونکہ یہ درحقیقت نبی ہی کا معجزہ ہے جو اس نبی کے امتی کے ہاتھوں ظاہر ہوا ہے، بعض اولیاء محمدیہ سے کرامات کا صدور بطریق شہرت وتواتر پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے، جن میں اصلاً تردد وانکار کی گنجائش نہیں ہے خصوصاً بعض اعاظم اولیاء کرام، مثلاً غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الربانی اور آپ کی مثل اولیاء کرام وغیرہ، اور مذہب حق یہی ہے کہ جو کچھ نبی سے بطریق معجزہ صادر ہو، جائز ہے کہ وہ ولی اللہ سے بطریق کرامت ظاہر ہو (اس کلیہ کے بارے میں کچھ تفصیل بھی ہے جس کا یہ مقام متحمل نہیں، کتب علم کلام کی جانب مراجعت کریں)۔ (تکمیل الایمان، اردو، صفحہ،133.134)

معراج جسمانی

(1) تحقیقی بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور وہاں سے آسمان اور

پر ہے کہ اس مقام پر لے جاتے ہیں خلوت خاص میں رسائی ہوئی ہے لیکن اعلیٰ واکمل چیز جو
چاہی گئی یعنی دیدارِ الٰہی وہ نہ کرایا جائے؟ اور حضور ﷺ اس پر راضی ہو جائیں؟

ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام طلب کرنے پر بھی محروم رہے تو بے ہوش گر پڑے،
تو دیکھنے میں آیا جو ہرگز نہ دیکھ سکتے تھے یہ آپ کی شتابی اور بیتابی کی جزا تھی، تحقیق یہ ہے کہ موسیٰ
علیہ السلام کی ناکامی اس لئے تھی کہ ابھی تک سید المرسلین، سید الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ
دیکھا تھا اور اس دولت تک رسائی نہ ہوئی تھی تو دوسرے کو کیا مجال کہ وہ طلب کرے اور دیکھے۔

تمام علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ دنیا میں رویت الٰہی کا امکان ہے اور پھر امکان کے
بعد کیا چیز مانع ہو سکتی ہے؟ مقام معراج دراصل آخرت سے ہے جو کچھ بھی دیکھنے یا پانے کی چیز
آخرت میں ہوتی ہے وہ آپ ﷺ نے دیکھی اور پالی تاکہ مخلوق کو عین الیقین کے ساتھ دعوت
دیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،267)

(3) حق بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے پروردگار عالم کو اپنی سر کی آنکھوں سے دیکھا، یہی
جمہور صحابہ کا مذہب ہے، ورنہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا تو یہ تمام احوال میں حاصل ہے اس
میں حالت معراج کی خصوصیت نہیں ہے۔ (تکمیل الایمان، اردو، صفحہ،88)

تبرکات انبیائے کرام وصالحین علیہم السلام

(1) حدیث شریف سے ثابت ہے کہ صالحین کے آثار وتبرکات سے برکت اور لذت
حاصل کرنا جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الطہارۃ، ج،1، صفحہ،612)

(2) اس ازار کو کفن میں رکھنا تاکہ اس کی برکت اسے پہنچے (یہاں حضور ﷺ کا ازار مبارک
مراد ہے جسے حضرت زینب کے لئے کفن میں شامل کرنے کا حضور ﷺ نے خود حکم دیا تھا) اس
حدیث سے ثابت ہوا کہ صالحین کے لباس اور ان کے آثار ونشانات سے بعد موت قبر میں

برکت حاصل کرنا مستحب ہے، جس طرح قبل موت بھی ان کے تبرکات سے برکات حاصل کرنا مستحب ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الجنائز، ج،2، صفحہ،829)

(3) حدیث پاک سے حضور ﷺ کے وضو مبارک کے بچے ہوئے پانی کے تبرک ہونے کا استحباب ظاہر ہوتا ہے، نیز آب زم زم کی طرح بطور تبرک لے جانے کا ثبوت بھی ہے، حضور ﷺ مدینہ منورہ میں ہوتے تھے اور حاکم مکہ سے آب زم زم منگوایا کرتے تھے اور تبرک کے طور پر رکھتے تھے آپ ﷺ کے وارثوں یعنی علماء صلحاء کی فضیلت وشان بھی اس پر قیاس کرنی چاہیے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،116)

(4) پھر حضور نبی کریم ﷺ نے ایک اور گرامی نامہ (خط مبارک) ان (نجاشی) کی طرف بھیجا، دونوں فرمان عالی (خطوط مبارک) ان کی اولاد کے پاس موجود ہیں جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب الکتاب الی الکفار، ج،5، صفحہ،188)

(5) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا، زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الملاحم، ج،6، صفحہ،425)

(6) یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ متبرک مقامات اور صالحین کے قریب دفن ہونا مستحب و افضل ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب بدء الخلق، ج،7، صفحہ،118)

(7) جب حکم الٰہی کے مطابق سرور انبیاء کا مدفن یہی حجرہ شریف قرار پایا تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حجرہ میں قیام فرماتھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور قبر شریف کے درمیان کوئی پردہ نہ تھا، قبر شریف کے پاس جب لوگ کثرت سے آنے جانے لگے اور یہاں کی خاک بھی بطور تبرک لے جانے لگے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مکان کے دو حصے کر دیئے۔ (جذب القلوب، اردو، صفحہ،157)

(8) حضور نبی کریم ﷺ نے اس پتھر پر ٹیک فرما کر کہنی مبارک رکھی تھی ایک دوسرے پتھر پر انگلیوں کے نشانات ہیں، لوگ ان تمام پتھروں سے برکات حاصل کرتے ہیں۔

(جذب القلوب، اردو، صفحہ، 187)

(9) حضور سید المرسلین ﷺ کی کرامات و برکات اور جن اشیاء کو حضور ﷺ کے مس کرنے یا قرب عطا کرنے کے باعث کرامات و برکات میسر ہوئی ہیں ان کے ضمن میں صحیح حدیث کی روایت ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق نے ایک جبہ اطلس کا بنا ہوا نکالا، اور بتایا کہ یہ جبہ شریف حضور ﷺ نے پہنا تھا اور اب ہم مریضوں کو اس کے کنارے کا دھون پلاتے ہیں تو فوراً شفا ہو جاتی ہے۔

حضور ﷺ کا ایک پیالہ بھی تھا اس میں بھی مریضوں کو پانی ڈال کر پلانے سے شفا مل جاتی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک رکھے ہوئے تھے جس کو جنگ میں پہنتے تھے، جس جنگ میں اسے پہن کر شامل ہوتے انہیں فتح حاصل ہوئی تھی۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 311)

(10) آپ ﷺ جس وقت سر مبارک اور ڈاڑھی شریف میں کنگھی کرتے تو اگر کوئی بال مبارک ہوتا تو صحابہ اس کو بطور تبرک بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ لیتے اور پھر اس تبرک کو بڑا محفوظ رکھتے تھے۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 291)

(11) ام عمارہ فرماتی ہیں ”میں نے بہت کوشش کی تو چند بال مبارک مجھے حاصل ہو گئے اور وہ ہمیشہ میرے پاس رہے، میں اُن کو دھو کر غسالہ کا پانی بیماروں کو دیا کرتی تھی اور ان کو شفا ملتی تھی“۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 303)

(12) حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے پاس رسول اللہ ﷺ کی چادر، قمیص، موئے مقدس

اور ناخن شریف رکھتے تھے، ان کی وصیت تھی کہ مجھے حضرت محمد ﷺ کی قمیص پہنائیں، چادر میں لپیٹیں اوران کا ازار مبارک اوپر رکھ کر کفنایا جائے، اور میرے منہ، ناک اور مواضع سجود میں حضور ﷺ کے بال مبارک اور ناخن مبارک رکھے جائیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،744)

(13) مروی ہے کہ حضور ﷺ کے چند تبرکات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھے انہوں نے وہ اپنے گھر میں اچھی طرح محفوظ کئے ہوئے تھے وہ روزانہ ایک مرتبہ ان کی زیارت کرتے تھے بعض اوقات کوئی معزز شخص آتا تھا تو وہ اس کو اس مکان میں لے جاکر تبرکات کی زیارت کراتے تھے۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،842)

مندرجہ بالہ حوالہ جات میں تبرکات کے بارے میں نہایت شافی بیان ہو چکا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ تبرکات النبی ﷺ سے بالخصوص اور دیگر تبرکات سے بالعموم حصول برکت کا معمول اب سے نہیں بلکہ صحابہ وتابعین اور علماء مجتہدین کے زمانہ برکت نشان سے متواتر چلا آرہا ہے اس لئے جولوگ اسے موردالزام بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں اور اسے بدعت وغیرہ کے زمرے میں ڈالتے ہیں تو درحقیقت یہ انکی اپنی پراگندہ سوچ اور دقیانوسی خیالات کا شیطانی کرشمہ ہے، انہیں چاہیے کہ اس شیطانی مکاریوں سے اپنے خیالات کو پاک کریں اور راہ ہدایت پر گامزن ہونے کی کوشش کریں کیونکہ قرآن وسنت کی واضح نصوص اور ائمہ اسلام کے ارشادات اس مسئلے کے اثبات میں موجود ہیں۔

اسی سلسلے میں مخالفین کی جانب سے قبورِ انبیاء واولیاء سے تبرّک کے حصول کو بھی کفر وشرک کہہ دیا جاتا ہے اور قبور سے تبرک حاصل کرنے والوں کو بت پرست، قبر پرست کے الفاظ سے مخاطب کیا جاتا ہے، یہ نہایت قبیح اقدام ہے اور شریعت مطہرہ کے مقابلے دیدہ دلیری کوشش ہے (نعوذ باللہ) لہٰذا ایسے کہنے والوں کے لیے ہم چند حوالہ جات ذیل میں تحریر کرتے ہیں جن میں

صحابہ وتابعین کے زمانے میں اس فعل کا ثبوت ہے بلکہ خودا کے سامنے بھی یہ فعل ہوا اور حضور ﷺ نے اسے جائز رکھا لہٰذا اب تو سنت کی تائید بھی حاصل ہو چکی، اب تو انکار کو چھوڑ کر ہدایت کو اپنا لینا چاہیے۔

(14) امام محمد بن المنذر کی روایت ہے ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی قبر سے کسی آدمی نے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی اور اپنے ساتھ لے گیا ازاں بعد اس نے دیکھا کہ وہ مٹی مشک اذخر بن چکی ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا، سبحان اللہ! سبحان اللہ۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،258)

(15) حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ صحابیِ رسول کی قبر انور مَرْو کے علاقے میں ہے کیونکہ آپ وہاں جہاد اسلامی کے لئے آئے تھے، لوگ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،568)

(16) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب دفن کیا گیا تو آپ کی قبر انور سے نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو آتی تھی اور مدت دراز تک یہ خوشبو آتی رہی، لوگ زیارت کے لئے آتے تھے اور قبر مبارک کی خاک بطور تبرک لے جاتے تھے یہاں تک کہ قبر میں کافی گڑھا پڑ گیا تو قبر کے تعویذ پر لکڑی کا پنجرہ بنا کر رکھ دیا گیا تا کہ تعویذ پر سے لوگ مٹی نہ اٹھا سکیں، اب لوگ پنجرے کے باہر سے قبر کی مٹی اٹھاتے تھے اس مٹی سے بھی وہی خوشبو آتی تھی، یہ خوشبو عرصہ دراز تک زائرین کے دماغ معطر کرتی رہی۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات، حالات امام بخاری، ج،1، صفحہ،147)

(17) امام شافعی کی قبر انور "قرافہ" میں ہے، لوگ اس کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ (مقدمہ اشعۃ اللمعات، حالات امام شافعی، ج،1، صفحہ،154)

شیخ محقق اور بدعت کا مفہوم

معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد نکلا اور ظاہر ہوا "بدعت" کہلاتا ہے پھر اس میں سے جو کچھ اُصول کے موافق اور قواعد سنت کے مطابق ہو اور کتاب وسنت پر قیاس کیا گیا ہو "بدعت حسنہ" کہلاتا ہے اور جو ان اُصول وقواعد کے خلاف ہو اسے "بدعت ضلالہ" کہتے ہیں اور "كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کا کلیہ اس دوسری قسم کے ساتھ خاص ہے۔ اور جو بدعات حسنہ ہیں ان میں سے بعض کا اختیار کرنا واجب وضروری ہے جیسے علم صرف ونحو کا سیکھنا سکھانا، کہ اسی کے ذریعے سے آیات واحادیث کے معانی کی صحیح پہچان ہوتی ہے، اسی طرح کتاب وسنت کے غرائب اور مشکل مقامات کا حفظ اور ذہن نشین کرنا، اور دوسری بہت سی چیزیں اور علوم جن پر دین وملت کی حفاظت موقوف ہے۔ کچھ بدعات حسنہ مستحسن ومستحب ہیں، جیسے سرائیں اور دینی مدارس تعمیر کرنا، بعض بدعات مکروہ ہیں جیسے بعض علماء کے نزدیک مسجدوں اور قرآن مجید کی جلدوں اور غلافوں وغیرہ کی زیبائش وآرائش اور ان کے نقش ونگار، اور بعض بدعات مباح ہیں جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں کی فراوانی اور لباس فاخرہ زیب تن کرنا بشرطیکہ یہ چیزیں حلال وجائز ذرائع سے حاصل ہوئی ہوں، نیز تکبر اور ایک دوسرے پر فخر کا باعث نہ بن رہی ہو، اسی طرح بعض اور چیزیں بھی مباح ہیں جو حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھیں جیسے آٹے کو چھلنی سے چھاننا وغیرہ، بعض بدعات حرام ہیں، جیسے اہل بدعت وہوا کے مذاہب باطلہ جو کتاب وسنت کے مخالف ہیں۔ اور جو نئی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ تھی "بدعت" کہلائیں گی، تاہم وہ "بدعت ضلالہ" نہیں بلکہ "بدعت حسنہ" ہوں گی، بلکہ بدعت بھی نہیں درحقیقت سنت میں داخل ہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا، میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج، 1، صفحہ، 422)

اماکن مقدسہ پر عمارات اور مزارات پر گنبد بنانا

(1) آخر زمانے میں چونکہ عوام کی نظر ظاہر تک محدود ہے اس لئے مشائخ اور اولیاء کے مزارات پر عمارت بنانے میں مصلحت کو دیکھتے ہوئے کچھ چیزوں کا اضافہ کیا جائے تا کہ وہاں اسلام اور اولیائے کرام کی ہیبت وشوکت ظاہر ہو، خصوصا ہندوستان میں جہاں دشمنانِ دین، ہنود اور دوسرے کافر بہت ہیں، ان مقامات کی شان وشوکت سے وہ لوگ مرعوب اور مطیع ہو گ بہت سے اعمال، افعال اور طریقے ایسے ہیں جو سلف صالحین کے زمانے میں ناپسند کیے جا تے تھے لیکن بعد کے زمانے میں پسندیدہ قرار دیے گئے۔ (شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ، 272)

(2) اسلاف اس کو مباح جانتے تھے کہ جو علماء مشائخ مشہور ہیں اُن کی قبور پر قبے بنا جائیں اس لئے کہ لوگ وہاں کی زیارت کیا کریں اور اُن قبوں میں آرام کر سکیں اور سائے میں بیٹھا کریں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ میں (صاحب مرقاۃ المفاتیح) نے تراش کردہ اینٹوں سے بنائی ہوئی قبور بخارا میں دیکھی ہیں اور اسماعیل زاہد نے اسے جائز کہا ہے، اور یہ مشہور واکابر فقہا میں سے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،609)

(3) طارق بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا ہے کہ میں حج کے واسطے گیا تو ایک جماعت کو میں نے حدیبیہ میں نماز پڑھتے دیکھا اس وقت مکہ جانے کا راستہ یہی راہ حدیبیہ تھی اب حدیبیہ دائیں ہاتھ پر رہ جاتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کو اس جگہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے میں نے دیکھا اور پوچھا کہ "یہ کیسی مسجد ہے اور اس مقام پر کیوں بنی؟" ان لوگوں نے جواب دیا کہ "یہ اس درخت والی جگہ ہے، جس کے نیچے صحابہ کرام رسول کریم ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے جسے "بیعت رضوان" کہا جاتا ہے، لوگوں نے اس مقام پر مسجد بنالی جیسا کہ مدینہ شریف اور جملہ آثار مصطفویہ میں اور آپ ﷺ کی راہوں میں مسجدیں بنائی ہوئی ہیں، او

اس مقام کو باعث برکت گردانتے ہوئے لوگ وہاں پر برکت حاصل کرتے اور نماز پڑھا کرتے ہیں"۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،283)

(4) اس وقت صحابی رسول حضرت ابوبصیر ﷺ حالت نزع میں تھے، نامہ رسول ﷺ کو اپنے ہاتھ میں لے کر سر آنکھوں پر رکھا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دی، پس حضرت ابو جندل ﷺ نے ان کو غسل دیا اور تجہیز و تکفین کے بعد دفن کر دیا اور ان کی قبر کے نزدیک ایک مسجد بنادی۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،305)

(5) اگر قبر کے نزدیک مسجد بنائیں تاکہ وہاں نماز پڑھ لیا کریں بغیر قبر کی طرف توجہ کرنے کے، تاکہ وہاں کی مجاورت و ہمسائیگی میسر ہو جہاں پر انسانی جسم مبارک دفن ہے، اور ان کی (یعنی صاحب مزار کی) نورانیت و روحانیت کے امداد سے عبادت میں کمال اور قبول ہو جائے تو اس طریقے سے ناجائز ہونے کا حکم لازم نہیں آتا اور اس طریقے میں کوئی باک (حرج) نہیں ہے۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،576)

(6) آج کل (یعنی شیخ محقق کے زمانے میں) اس عریش (یعنی وہ جھونپڑی جو کہ میدان بدر میں جنگ کے دوران حضور ﷺ کیلئے بنائی گئی تھی) کی جگہ مسجد بنادی گئی ہے جیسے کہ دیگر آثار شریف کے ساتھ مساجد تعمیر شدہ ہیں۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،2، صفحہ،127)

(7) جہاں حضور ﷺ نے قربانی کی، اب بھی وہ جگہ معلوم و معروف ہے، اسے "منحر النبی" کہتے ہیں، یہاں تبرکاً ایک عمارت بنادی گئی ہے۔

(اشعۃ اللمعات، باب الوقوف بعرفۃ، ج،3، صفحہ،722)

مزارات مقدسہ کے قرب و جوار کی برکتیں

(1) بہ قصد تعظیم کسی نبی یا مرد صالح کی قبر کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنا حرام ہے اس

حرمت میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، ہاں اگر اس کے قریب مسجد تعمیر کریں یا نماز ادا کریں بغیر اس کے کہ نماز میں اس کی جانب توجہ کی جائے (یعنی اسکی قبر کی جانب منہ کرنا) تا کہ اس کے جسدِ مطہر کے مدفن کے پڑوس کی برکت اور ان کی روحانیت و نورانیت کی امداد سے عبادت میں کمال پیدا ہو جائے اور وہ عبادت شرف قبولیت حاصل کر لے تو اس نیت اور اس طریقہ میں کوئی خرابی نہیں اور نہ ہی کوئی حرج کی بات ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،113)

(2) مسجد نبوی ﷺ میں امام کے بائیں جانب کھڑے ہونا زیادہ فضیلت رکھتا ہے کیونکہ قبر شریف اسی جانب ہے، اللہ تعالیٰ اس قائل کو اپنی رحمت سے نوازے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، ج،2، صفحہ،404)

(3) حدیث شریف واضح کر رہی ہے کہ متبرک مقامات اور صالحین کے قریب دفن ہونا مستحب وافضل ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب بدء الخلق، ج،7، صفحہ،118)

(4) حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ مبارک مقامات پر عبادت کرنا، نماز ادا کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الملاحم، ج،6، صفحہ،425)

قبروں پر پھول وغیرہ ڈالنا

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک متفق علیہ حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"اور جماعت علماء اس حدیث کی رُو سے سبزہ اور گُل وریحان قبور پر ڈالنے کو جائز قرار دیتی ہے"۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الطہارۃ، ج،1، صفحہ،578)

نقش نعل پاک کے فضائل و برکات

علماء اسلام نے نعلین نبوی کی تمثیل اور نقشہ کے بارے میں با قاعدہ الگ رسائل و کتب تحریر

کئے ہیں، اور بیان کیا ہے کہ اس سے برکات ومنافع اور اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہوتا ہے مواہب میں بیان کیا گیا ہے کہ مقام درد پر نقش نعلین مبارک رکھا جائے تو درد ختم ہو جاتا ہے اور اگر نقش نعلین شریف ساتھ ہو تو راستہ میں لوٹ مار سے محفوظ رہتے ہیں، شیطان کے مکروفریب سے بھی حفاظت رہتی ہے، حاسدین کے شروفساد سے بھی محفوظ رہتا ہے نیز مسافت طے کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہے، اس کی تعریف و مدح وستائش اور اسکے فضائل و برکات میں قصائد لکھے گئے ہیں۔ (شرح سفر السعادۃ، فارسی، صفحہ، 438، ومدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ، 689)

جواز قیام تعظیمی

حضور نبی کریم ﷺ سیدہ فاطمہ کی آمد اور سیدہ فاطمہ آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر قیام کیا کرتے تھے، اس کی یہ تاویل کرنا کہ یہ قیام بطور محبت تھا نہ کہ بطور تعظیم وتوقیر نہایت بعید ہے، علامہ طیبی نے ''محی السنہ'' سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی بنا پر تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اہل علم وفضل کے لئے قیام جائز ہے۔ امام محی السنہ محی الدین نووی فرماتے ہیں کہ اہل فضل کی آمد پر ان کیلئے قیام مستحب ہے، اس بارے میں احادیث موجود ہیں نیز اس بارے میں صراحۃً ممانعت پر کوئی حدیث موجود نہیں۔ (اشعۃ اللمعات، باب القیام، ج،5، صفحہ، 558)

ذکر بالجہر کا جواز

☆ ایک حدیث جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کی شرح میں شیخ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے کہ ذکر بالجہر جائز ومشروع ہے، ذکر بالجہر کرنا بلاشبہ جائز ہے ،ہاں جس موقع پر ذکر بالجہر نہیں آیا وہاں آہستہ ذکر کرنا افضل ہے۔

(اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، باب الوتر، ج،2، صفحہ، 536)

اقامت میں کب کھڑا ہونا چاہیے

(1) یعنی اقامت شروع ہونے کے ساتھ ہی نماز کیلئے نہ اٹھ کھڑے ہو بلکہ مجھے گھر سے باہر مسجد میں آتا دیکھوتو نماز کیلئے کھڑے ہوا کرو، کتب فقہ میں مذکور ہے کہ نمازیوں کو ''حی علی الصلوۃ'' کے الفاظ پر کھڑے ہونا چاہیے، اور شاید کہ حضور ﷺ بھی اسی وقت باہر تشریف لاتے تھے۔ (اشعۃ اللمعات، باب الاذان، ج،2، صفحہ،69، اشعۃ اللمعات، کتاب الصلوۃ، لواحق وتمات، ج،2، صفحہ،96)

تدفین کے بعد قبر پر کھڑے ہوکر دعا مانگنا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو پھر اس کے لیے ایمان پر قائم رہنے کی دعا کرو کہ بے شک اس سے اب سوال ہوگا (ابوداؤد) شیخ اس کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اور یہ دعا وطلبِ استقامت اس تلقین کے علاوہ ہے جو دفنِ میت کے بعد کرتے ہیں (جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف تلقین کی جائے اور دعا وغیرہ نہ مانگی تو یہاں شیخ نے واضح فرمادیا کہ یہ دعا اس تلقین کے علاوہ ہے) یہ تلقین بہت سے شوافع واحناف کے نزدیک مستحب ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

اور اول ''سورۃ بقرہ'' سے ''مفلحون'' تک اور اس کا آخر ''امن الرسول'' سے ختم سورۃ تک پڑھنا احادیث میں آیا ہے اور اگر اس وقت قرآن مجید ختم کریں تو یہ زیادہ بہتر وافضل ہے، اور مختار وپسندیدہ یہ ہے کہ قبر پر قرآن پاک کا ختم کرنا مکروہ نہیں ہے اگرچہ بعض نے اس میں اختلاف کیا ہے لیکن درست جواز ہی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الایمان، ج،1، صفحہ،411)

شانِ اوّلیت وحدیث نور

(1) حضور نبی کریم ﷺ اول الخلق اس لئے ہیں کہ عالم وجود میں سب سے پہلی تخلیق آپ ہی ہیں، حدیث میں آیا کہ "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا، آپ ﷺ نبوت میں بھی سب سے اول ہیں، حدیث میں ہے "کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ" یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے آپ ﷺ اس لئے بھی اول ہیں کہ روزِ میثاق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سوال "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کا جواب آپ ﷺ نے "قَالُوْا بَلٰی" کہہ کر دیا۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 1)

(2) حضور نبی کریم ﷺ کی اعلیٰ و اکمل فضیلت یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا اور باقی تمام کون و مکان کی ارواح کو آپ ﷺ کی روح (کے فیض) سے پیدا فرمایا اور سب (اشیاء) کو آپ ﷺ کے نور سے پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 1، صفحہ، 186)

(3) حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ہی اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہے اور صدورِ کائنات کا واسطہ ہے، حضرت آدم و جمیع مخلوقات کی تخلیق کا واسطہ ہے، چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے "اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ" اور تمام علوی و سفلی کون و مکان اسی نور سے پیدا شدہ ہیں، اسی جوہر پاک سے تمام ارواح، عرش و کرسی، لوح و قلم، بہشت و دوزخ، ملک و فلک، انس و جن، آسمان و زمین، سمندر و پہاڑ اور درخت وغیرہ پیدا ہوئے ہیں۔

(مدارج النبوۃ، اردو، ج، 2، صفحہ، 1)

مشاجرت صحابہ

(1) یہ بھی حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور ادب و حقوق کے سلسلہ میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کی عظمت و توقیر کی جائے، ان کے حقوق و احسان کی پہچان ہو، ان کی حقوق کی ادائیگی ہو اور ان صحابہ کی اتباع و اقتداء اختیار کی جائے۔ صحابہ کرام کے افعال اعمال

آداب واخلاق کی سنتوں پر عمل پیرا ہوا جائے اس حد تک کہ جہاں تک عقل وشعور کی تاب رسائی نہیں۔

ہر صحابی کو حق حاصل ہے کہ اس کی تعریف کی جائے، اس کا ادب ملحوظ رکھا جائے اور انہیں دعا واستغفار سے یاد کیا جائے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام صحابہ کرام کی تعریف فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو چکا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ نے فرمایا "اہل اسلام کو یہ حکم فرمایا گیا ہے کہ وہ سب صحابہ رسول کے حق میں استغفار کریں لیکن کچھ لوگ وہ ہیں جو گالیاں دیتے ہیں"۔ (نعوذباللہ)

چنانچہ صحابہ کرام پر طعن کرنا ادلۂ قطعیہ کے خلاف ہے۔ جس طرح ام المومنین سیدہ عائشہ پر بہتان باندھنا کفر ہے ورنہ بدعت اور فسق ہے (کذافی المواہب) صحابۂ رسول ﷺ کے تنازعوں، مناقشوں اور ان کے گزشتہ واقعات کو ظاہر کرنے اور بیان کرنے سے گریز لازم ہے، اس سے اپنی زبان کو روکا جائے اور ان تمام باتوں سے اغماض واعراض کرنا چاہیے جو مؤرخین بے بنیاد خبریں دیتے ہیں اور جاہل لوگ روایت کرتے ہیں۔

غالی شیعہ اور بے دین وگمراہ رافضیوں ومبتدعین کی باتوں سے بھی اجتناب برتنا چاہیے، وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے جو نقائص، برائیاں اور خطا کاریاں بیان کرتے ہیں وہ زیادہ تر جھوٹ اور افترا ہوتا ہے۔ اور کتب تاریخ میں مذکور صحابہ کرام کے مشاجرات اور لڑائیاں جو پائیں تو ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اچھی اور بہتر کتب تاریخ سے ان کو ڈھونڈ کر انہیں اچھائی اور بہتری پر محمول کریں۔ ان کی برائی یا عیب کبھی بھی اپنی زبان پر نہ لائیں۔

صحابہ کرام کے نیک اعمال، اچھی عادات اور ان کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کرنا چاہیے اور جو کچھ بھی ان کے سوا پائیں اس سے چشم پوشی اختیار کریں کیونکہ ان کی صحبت جناب رسالت

مآب ﷺ کے ساتھ یقینی بات ہے اور جو کچھ بھی اس کے سواء ہے وہ سب ظن وخیال پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب ﷺ کے ساتھ جو صحبت عطا فرمائی ہے ان کے حق میں وہی کافی ہے۔ اور اہل بیت نبوت کے حق میں اگر بالفرض صحابہ کرام میں سے کسی سے کوئی کوتاہی ہو بھی گئی ہو، تو امید ہے کہ وہ حضور ﷺ کی شفاعت کے ذریعے معاف کردی جائے گی، یہی طریقہ ومسلک اس ضمن میں اہل سنت وجماعت کا ہے اور کتب عقائد میں اسی طرح لکھا ہے کہ" لَا تُذْكِرَ اَحَدٌ مِنْهُمْ اِلَّا بِخَیْرٍ "یعنی ان صحابہ میں سے کسی کا ذکر بھی خیر کے سوا نہ کرو، حدیث میں ہے" اِذَا ذُکِرَ اَصْحَابِیْ فَاَمْسِکُوْا "یعنی "جب میرے صحابہ کا ذکر کرو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو"۔ (مدارج النبوۃ، اردو، ج،1، صفحہ،469.470)

(2) اہل سنت وجماعت کا طریقہ یہ ہے کہ ان (صحابہ کرام) کے بارے میں صرف کلمۂ خیر ہی زبان پر لایا جائے ورنہ خاموشی اختیار کی جائے اور اگر کوئی بات اس کے خلاف منقول ہو (جس کی بنا پر صحابہ کرام پر اعتراض ہوتا نظر آئے) تو اس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اسی میں سلامتی ہے۔ (اشعۃ اللمعات، باب مناقب الصحابہ، ج،7، صفحہ،381)

سیدہ عائشہ کی سیدہ فاطمہ سے محبت کا اظہار

حضرت جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ میں اپنی پھوپی کے ساتھ حضرت عائشہ کے پاس حاضر ہوا میں نے ان سے سوال کیا کہ "حضور ﷺ کے نزدیک انسانوں میں کون زیادہ محبوب تھا؟" تو حضرت عائشہ نے فرمایا "فاطمہ" عرض کیا گیا "مردوں میں سے کون؟" فرمایا "ان کے شوہر (یعنی حضرت علی)"۔

اس جگہ حضرت عائشہ صدیقہ کا انصاف اور ان کا سچ قابلِ دید ہے کہ انہوں نے کیا فرمایا حالانکہ اس جگہ انہیں کہنا چاہیے تھا کہ میں اور میرے والد (جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت

عمرو بن عاص ﷺ کی روایت میں موجود ہے) اور بعید نہیں کہ اگر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا جاتا تو وہ فرماتیں، عائشہ اور ان کے والد{ہاں واقعی بعید نہیں کیونکہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،629، مکتبہ اسلامیہ لاہور میں یوں بیان کیا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے سیدہ کائنات فاطمہ سے دریافت کیا کہ "رسول اللہ ﷺ لوگوں میں کسے محبوب رکھتے تھے" تو فرمایا "عائشہ" کو پھر لوگوں نے عرض کی "مردوں میں کس کو محبوب رکھتے تھے" تو فرمایا "ان کے والد (حضرت ابوبکر صدیق) کو" برخلاف گمراہی اور تعصب والوں کے کہ وہ ان حضرات (حضرت عائشہ وحضرت فاطمہ، اور صدیق اکبر و علی مرتضیٰ) کو ایک دوسرے کا مخالف اور دشمن قرار دیتے ہیں، حاشا وکلا! ایسا ہرگز نہیں۔

(اشعۃ اللمعات، باب المناقب اہل بیت، ج،7، صفحہ،504)

شیخ محقق کا یزید پلید کے بارے میں موقف

(۱) بعض لوگوں از راہِ غلو و افراط اس (یزید) سے دوستی رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ (یزید) بعد ازاں باتفاق مسلمین امیر ہو گیا تھا اور اس کی اطاعت سیدنا امام حسین ﷺ پر واجب ہو گئی تھی "نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذَا الْقَوْلِ وَمِنْ ھٰذَا الْاِعْتِقَادِ حالانکہ سیدنا امام حسین ﷺ کی موجودگی میں یزید امام و امیر ہو جائے؟ اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کے زمانے میں صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی ایک جماعت اس کی اطاعت سے منکر و خارج رہی، ہاں مدینہ پاک کی ایک جماعت کو زبردستی شام لے جایا گیا اور اس جماعت کے آگے خلعت ہائے فاخرہ اور سیم وزر رکھے گئے لیکن جب ان پر اس کے انجام کی قباحت منکشف ہوئی تو وہ مدینہ طیبہ واپس آ گئے اور اس کی بیعت کا قلادہ اتار پھینکا۔ یزید پلید، عدو اللہ، شرابی، تارک صلوۃ، زانی، فاسق اور حرام کو حلال جاننے والا شخص تھا، بعض مورخین کہتے ہیں کہ اس نے حضرت امام کو شہید کرنے کا حکم نہ دیا تھا اور نہ ہی اس پر راضی تھا، اور بعد از شہادت امام واہل

بیت مسرت وخوشی کا اظہار نہ کیا تھا، تو یہ بات بھی مردود و باطل ہے اس لئے کہ اس بد بخت کی اہل بیت سے عداوت اور ان کی شہادت کی خبر پر خوشی کا اظہار، اور مظلومانِ کربلا کی اہانت و تذلیل درجہ تواتر معنوی کو پہنچ چکی ہے۔ (تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 129)

(۲) ہمارے نزدیک یزید پلید لوگوں میں انتہائی مبغوض شخص ہے، اس بد بخت و بدنصیب نے اس امت میں جو کام کیے ہیں وہ کوئی نہیں کرسکتا، بعد از قتل امام واہانت اہلِ بیت اطہار، اس نے مدینہ پاک کی تخریب اور وہاں کے رہنے والوں کے قتل کرنے کی غرض سے لشکرکشی کی، جو صحابہ وتابعین باقی تھے ان کے قتل کا حکم دیا، مدینہ مطہرہ کی تخریب کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے، اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کا حکم دیا، ایسی حالت کے مابین وہ دنیا سے جہنم کی طرف کوچ کرگیا اب یزید کی رجوع وتوبہ کا احتمال کہاں رہا؟

حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو سیدنا امام حسین صا وران کے اعوان وانصار کی محبت وعقیدت مرحمت فرمائے اور ہر اس شخص سے جو اہلِ بیت نبوی کا بدخواہ و بداندیش اور ان کے حقوق کی پامالی کے درپے ہو اور ان سے محبت وصدق عقیدت نہ رکھتا ہو محفوظ رکھے نیز ہمیں اور ہمارے محبوبوں کو ان حضرات اہل بیت کے محبوبوں کے زمرے میں حشر فرمائے۔

(تکمیل الایمان، اردو، صفحہ 130)

(۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اُن افراد کے نام اور ذوات کو جانتے تھے مگر فتنہ وفساد کے خوف کے پیش نظر نام نہیں لیتے تھے، ان میں سے بنوامیہ کے چھوکرے یزید بن معاویہ اور عبیداللہ بن زیاد بھی ہیں، اور یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ انہوں نے اہل بیت کو شہید وقید کیا، اسی طرح کبار صحابہ مہاجرین وانصار کو شہید کیا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، ج،6، صفحہ،390)

(۴) آپ ﷺ نے واقعہ حرہ سے آگاہ کیا تھا جو نہایت ہی قبیح، بدنما ہے، جس کے سننے اور

کہنے کے لئے زبان وکان متحمل نہیں یہ یزید پلید کے دور میں ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ایک کثیر لشکر اس نے مدینہ طیبہ بھیجا اس نے شہر طیبہ اور مسجد نبوی شریف کی حرمت کو مباح کردیا، صحابہ وتابعین کی کثیر جماعت کو انہوں نے اس طرح شہید کردیا کہ اسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ (اشعۃ اللمعات، کتاب الفتن، ج،6، صفحہ،398)

(۵) بنوامیہ، عبید اللہ بن زیاد قاتلِ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما ان ہی میں سے ہے اور اس قائل پر تعجب ہے! کہ اس نے یزید کا نام نہیں لیا جس نے عبید اللہ بن زیاد کو قتل کا حکم دیا تھا بلکہ جو کچھ کیا اسی یزید کے حکم ورضا سے ہوا۔ (اشعۃ اللمعات، باب المناقب قریش، ج،7، صفحہ،371)

(۶) حدیث میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل کے بارے میں واقع ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا گویا کہ ایک سفید رنگ کے کتے کی طرف دیکھ رہا ہوں جو اپنا منہ اہل بیت کے خون میں ڈالے ہوئے ہے، شمر ملعون کی رنگت واقعی ایسی ہی تھی کیونکہ اسے برص کی بیماری تھی۔

(اشعۃ اللمعات، باب الحرم یجتنب الصید، ج،3، صفحہ،796)

خلافت صدیق وعلی رضی اللہ عنہما پر تفصیلی گفتگو اور شیخ کا موقف

یہ قوی ترین دلیل ہے (یعنی حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت شدہ حدیث غدیر خم کا یہ حصہ جس میں حضرت عمر نے حضرت علی سے کہا تھا" (ھَنِیۡأً یَا ابۡنَ اَبِیۡ طَالِبِ اَصۡبَحۡتَ وَاَمۡسَیۡتَ مَوۡلٰی کُلِّ مُؤۡمِنٍ وَمُؤۡمِنَۃٍ) جس کے ساتھ شیعہ اپنے اس دعوے پر استدلال کرتے ہیں کہ حضرت کی خلافت کے بارے میں تفصیلی نص وارد ہے، وہ کہتے ہیں کہ "مولیٰ" کا اس جگہ معنی ہے "امامت کا زیادہ حق دار" اور اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ہے "اَلَسۡتُ اَوۡلٰی بِکُمۡ" اس کا معنی مددگار اور محبوب نہیں ہے ورنہ صحابہ کرام کو جمع کرنے، ان سے خطاب کرنے، اتنا مبالغہ کرنے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے دعا کرنے کی حاجت نہیں تھی

کیونکہ اس بات کو تو تمام صحابہ جانتے تھے ایسی دعا تو صرف ایسے امام معصوم کے لئے ہوتی ہے جس کی اطاعت فرض ہو پس حضرت علی کا امت پر وہی حق ولاء ہوگا جو نبی کریم ﷺ کا امت پر حق ولاء ہے۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر نص صریح ہے، یہ حدیث "صحیح" ہے جسے کسی شک وشبہ کے بغیر محدثین کی ایک جماعت مثلاً امام ترمذی، نسائی امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے، اس حدیث کی کثیر اسناد ہیں اس کو سولہ صحابیوں نے روایت کیا ہے، امام احمد کی ایک روایت ہے کہ اس حدیث کو نبی کریم ﷺ سے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب ان سے نزاع اور اختلاف کیا گیا تو ان صحابہ کرام نے اس حدیث کی گواہی دی، اس کی بہت سی سندیں صحیح اور حسن ہیں، جن حضرات نے اس حدیث کے صحیح ہونے کے بارے میں گفتگو کی ہے ان کا قول قابل توجہ نہیں ہے۔

اسی طرح ان حضرات کا قول بھی لائق التفات نہیں ہے، جنہوں نے کہا کہ "اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ" کی زیادتی موضوع ہے، اس لئے کہ یہ زیادتی مختلف اسناد کے ساتھ وارد ہوئی، ان میں سے اکثر (اسناد) کی علامہ ذہبی نے تصحیح کی ہے۔

لیکن ہم (شیخ محقق) شیعہ کو بطور الزام کہتے ہیں کہ ان کے نزدیک امامت کی دلیل میں بالا تفاق تواتر معتبر ہے انہوں نے کہا ہے جب تک حدیث متواتر نہ ہو اس سے امامت کے صحیح ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اور یقینی بات ہے کہ یہ حدیث متواتر نہیں ہے۔

اس لئے کہ اس میں اختلاف موجود ہے اگرچہ یہ اختلاف مردود ہے بلکہ اس پر طعن کرنے والے وہ عادل اور آئمہ حدیث ہیں جن کی طرف اس معاملے میں رجوع کیا جاسکتا ہے، مثلاً ابوداؤد، ابن ابی حاتم رازی نیز دیگر ائمہ، امام بخاری، مسلم، واقدی وغیرہ اکابر محدثین نے

اسے روایت نہیں کیا جو حفظ وضبط والے (ائمہ کرام) ہیں، انہوں نے حدیث شریف حاصل کرنے کے لئے متعدد شہروں اور علاقوں کا سفر کیا یہ بات اگرچہ حدیث کے صحیح ہونے میں مخل نہیں لیکن ایسی حدیث کے بارے میں تواتر کا دعوی کرنا عجیب ترین بات ہے حالانکہ شیعہ نے امامت کی حدیث میں تواتر کو شرط قرار دیا ہے۔

امام ابن حجر مکی ''صواعق محرقہ'' میں لکھتے ہیں، ہم تسلیم نہیں کرتے کہ اس جگہ مولی کا معنی حاکم اور والی ہے بلکہ اس کا معنی محبوب اور مددگار ہے کیونکہ لفظ ''مولیٰ'' کئی معنی میں مشترک ہے اور مشترک کے بعض معانی کو دلیل کے بغیر معین کرنا ناقابل اعتبار ہے۔

اہل سنت وجماعت اور شیعہ محبوب ومددگار کے مراد ہونے پر متفق ہیں، حضرت علی؛ ہمارے سردار، ہمارے محبوب اور ہمارے مددگار ہیں، حدیث شریف کی روش سے بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مولیٰ کا معنی ''امام'' نہ تو لغت میں معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی شریعت میں، لغت کے کسی بھی امام نے اس معنی کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ وزن تو ''مفعل'' کا ہے لیکن معنی ''افعل'' والا ہے لیکن یہ اس لئے مناسب نہیں کہ کہا جاتا ہے، یہ چیز فلاں سے ''اولی'' ہے لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ چیز فلاں سے ''مولی'' ہے، حضرت علی ؓ کی موالات پر نص کرنے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ ان کے بغض سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ موالات پر نص کا خاص طور پر ذکر کرنا ان کی شرافت وفضیلت کو مضبوط اور مستحکم کرنا ہے، اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے ابتداء میں فرمایا ''کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں کی نسبت سے زیادہ قریب نہیں؟ اور دعا بھی اسی اعتبار سے ہے، بعض روایات میں اہل نبوت کا ذکر عموماً اور حضرت علی ؓ کا ذکر خصوصاً آیا ہے، جسے امام طبرانی اور امام جزری سند صحیح کے ساتھ لائے ہیں، اس حدیث سے

نیز محدثین فرماتے ہیں، اس ارشاد کا سبب یہ ہے کہ بعض صحابہ یمن میں علی مرتضٰی ﷛ کے ساتھ تھے انہوں نے بعض معاملات میں ان پر اعتراض کیا اور ان کی شکایت کی جیسا کہ حضرت بریدہ اسلمیس وغیرہ، صحیح بخاری میں یہ روایت ہے اور علامہ ذہبی جیسے نقاد نے اس کی تصحیح کی ہے پس نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا۔ اے بریدہ! کیا ہم مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب نہیں ہیں؟

شیخ ابن حجر مکی فرماتے ہیں، اگر ہم تسلیم کر لیں کہ ''مولیٰ'' کا معنی ''اولیٰ'' ہے تو یہ کہاں سے لازم آتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ امامت ہی کیلئے ''اولی'' ہیں بلکہ یہاں قریب اور اتباع کے اعتبار سے ''اولی'' ہونا مراد ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

''اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ'' (آل عمران، ۶۸) بے شک ابراہیم کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ اس احتمال کے خلاف دلیل قطعی تو کیا دلیل ظاہری بھی موجود نہیں ہے۔

اگر بالفرض یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ امامت کے لئے ''اولی'' ہونا ہی مراد ہے لیکن اس بات کی کیا دلیل ہے کہ فی الحال امامت مراد ہے، ہم کہتے ہیں کہ اپنے وقت پر ان کی خلافت مراد ہے۔ خلفاء ثلاثہ کو پہلے خلیفہ بنانے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اس اجماع میں حضرت علی بھی داخل ہیں، اور متعدد چیزوں سے صراحۃً پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق ﷛ خلیفہ ہوں گے تو حضرت علی ﷛ کی خلافت پر نص کیسے ہو سکتی ہے۔؟

اس حدیث سے بوقت حاجت حضرت علی مرتضٰی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے استدلال کیا اور نہ کسی دوسری شخصیت نے البتہ حضرت علی مرتضٰی ﷛ نے اس حدیث سے اپنے دورِ خلافت میں استدلال کیا، پس اُن کا اپنی خلافت کے زمانے تک استدلال سے خاموش رہنا

اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس امر کو جانتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف سے نص نہیں ہے نہ ان کی خلافت پر اور نہ کسی دوسرے صحابی کی خلافت پر، جیسے کہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ کی مرضِ وفات کے دنوں میں حضرت علی مرتضی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس باہر سے تشریف لائے تو حضرت عباس نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ،اس امر خلافت کے بارے میں سوال کریں اگر ہم میں ہوئی تو حضور ﷺ سے ہمیں معلوم ہو جائے گا حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''میں سوال نہیں کروں گا''۔ اگر یہ حدیث جس میں گفتگو ہو رہی ہے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں نص ہوتی تو نبی کریم ﷺ کی طرف رجوع کرنے اور آپ ﷺ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانے کی کیا وجہ تھی، اگر خلافت ہم میں ہوگی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ حالانکہ غدیر خم کا زمانہ کم وبیش دو مہینے کے فاصلے پر تھا اور یہ بات عقل سے بعید ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یوم غدیر خم کی حدیث کو بھول گئے یا اسے جاننے اور یاد رکھنے کے باوجود دیدہ ودانستہ چھپا گئے ہوں۔ (معاذ اللہ)

تو ماننا پڑے گا جب صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تو انہیں یہ حدیث معلوم بھی تھی اور یاد بھی تھی (اس کے باوجود حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت کی تو اس کا مطلب یہی ہے کہ صحابہ کرام نے اس حدیث سے حضرت علی مرتضی کے خلیفہ بلافصل ہونے کا مطلب نہیں سمجھا جیسا کہ شیعہ اس حدیث سے خلیفہ بلافصل ہونے کے قائل ہیں) حضور نبی کریم ﷺ نے یوم غدیر خم کے بعد خطبہ دیا اور حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق کا حق واضح فرمادیا ارشاد فرمایا کہ تم پر کوئی شخص امیر نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے بے شک یہ ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت اور ان کے پیروکاروں کی محبت کا حکم دیا ہے لیکن محبت اور خلافت میں بہت فرق ہے۔

شیعہ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کو اس نص کا علم تھا لیکن از راہِ ظلم، عناد و مکابرہ اس کی پیروی نہیں کی، حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ ﷜ نے تقیہ کی بناء پر مطالبہ اور احتجاج نہ کیا، لیکن یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے اس لئے کہ حضرت علی مرتضیٰ ﷜ پوری قوت اور (محبین کی) بے اندازہ کثرت رکھتے تھے، ان کی شجاعت کے بارے میں شیعہ کیا کہتے ہیں؟

باوجود یہ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خود نص سنی تھی، ناممکن ہے کہ شیر خدا اس کی بنیاد پر عمل نہ کریں اور احتجاج نہ کریں نیز جب حضرت ابوبکر صدیق ﷜ نے حدیث شریف "اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْش" سے استدلال کیا تو ان سے یہ کیوں نہ کہا کہ علی کے بارے میں خصوصی نص موجود ہے آپ اس عموم سے کیوں استدلال کر رہے ہیں۔

امام بیہقی امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ شیعہ کا اصل عقیدہ یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کو گمراہ قرار دیتے ہیں اور روافض انہیں کافر کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ چند افراد (صحابہ کرام) کے علاوہ سب حالت کفر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ (نعوذ باللہ)

قاضی ابوبکر کہتے ہیں کہ روافض کے مذہب کی بناء پر پورے دین اسلام کا باطل کرنا لازم آتا ہے کیونکہ جب اسلام کے اہم ترین حکم (خلافت) کے بارے میں نفسانی غرض کے تحت انہوں نے نصوص کو چھپایا، ظلم و افتراء و جھوٹ کا ارتکاب کیا (نعوذ باللہ) تو ان کی روایت کردہ حدیثیں سب جھوٹ کا پلندہ ہوں گی بلکہ یہ عیب (نعوذ باللہ) رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع ہوگا کہ آپ ﷺ صحبت و تربیت سے ایسے افراد تیار ہوئے۔ نیز حضرت علی ﷜ کی جانب بھی (اعتراض ہوگا) کہ انہوں نے اپنے حق کے مطالبے میں کوتاہی دستی سے کام لیا (نعوذ باللہ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے)۔

(اشعۃ اللمعات، باب مناقب علی، ج،7، صفحہ،462-465 ومدارج النبوۃ، ج،2، صفحہ،546، 549)

شیخ محقق کی سرکار غوثیت ﷺ سے محبت وعقیدت

حضرت شیخ الاسلام عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ہی اولیاء اللہ سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی اور آپ تمام ہی اولیاء اللہ کا ذکر نہایت ادب واحترام سے کرتے تھے، اس بات پر آپ کی کتب اور بالخصوص ''اخبار الاخیار'' شاہد وعادل ہے، لیکن خاص طور سے آپ کی عقیدت ومحبت کا مرکز حضور سیدنا شیخ الانس والجن ابو محمد عبد القادر جیلانی ﷺ کی ذات والا صفات تھی، آپ حضرت شیخ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ اگر آپ کو ''فنافی الشیخ'' کہا جائے تو بجا ہے۔ حضرت شیخ محقق اپنے نام مبارک کے ساتھ بھی نسبت ''قادری'' تحریر فرماتے تھے اگرچہ آپ کو سلاسلِ اربعہ یعنی قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کے علاوہ سلسلہ شاذلیہ، مدنیہ، رفاعیہ کی نسبت واجازت حاصل تھی مگر الفت ومحبت کا خاص جام ''دربارِ قادریہ'' سے ہی پایا تھا، آپ کے شیوخ طریقت میں حضرت موسیٰ پاک شہید ملتانی، شیخ عبد الوہاب متقی، خواجہ باقی باللہ اور آپ کے والد گرامی شیخ سیف الدین انتہائی مشہور ومعروف ہیں۔

حضور غوث پاک سے آپ کی والہانہ محبت وعقیدت کی جھلک آپ کی مندرجہ ذیل عبارات سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

(۱) میرا مرکز اعتماد اُن صاحب قدم پر ہے جو مالکِ رقاب اولیاء ہیں اور کوئی رہبر ایسا نہیں جو اُن کی خدمت میں اپنے سر کے بل نہ جائے اور ان کے قدموں پر اپنا سر نہ رکھے اور یہ سب کچھ خود ان ہی کی سرفرازی ہے، اُن کی صفت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ قدم بہ قدم گامزن رہے بلکہ سرور دو عالم اسی کی طرح قدم بہ قدم چلتے رہے اور سعادت اسی کو ملی جس نے آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور ہر بات میں آپکے حکم کی تعمیل کی۔

(اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 315، اردو، صفحہ 613)

(2) اگر دوسرے لوگ قطب ہیں تو یہ خلفِ صادق "قطب الاقطاب" ہیں، اگر دوسرے سلطان ہیں تو یہ خلفِ صادق "شہنشاہ سلاطین" ہیں آپ کا اسم گرامی حضرت شیخ سید سلطان محی الدین عبدالقادر گیلانی ﷺ ہے، جنہوں نے دین اسلام کو دوبارہ زندہ کیا اور طریقہ کفار کو یکسر ختم کر دیا کیونکہ شیخ چلاتا اور مارتا ہے۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 315، اردو، صفحہ 614-613)

(3) شیخ کے مقام کا اس سے بھی اندازہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جو "حی و قیوم" ہے اس نے ہمیں اسلام عنایت کیا اور "غوث الثقلین" نے اس کو دوبارہ زندہ کیا، غوث الثقلین کے معنی ہیں کہ انسان و جنات سب اس کی پناہ میں آتے ہیں، چناچہ میں بیکس و محتاج بھی ان ہی کی پناہ کا طلبگار اور ان ہی کا درباری غلام ہوں۔ (اخبار الاخیار، فارسی، صفحہ 315، اردو، صفحہ 614)

مسئلہ باغِ فدک اور شیخ محقق

خیال رہے کہ بنی نضیر، فدک اور خیبر کے اموال خالص نبی اکرم ﷺ کی ملکیت تھے اور آپ کے بعد بھی باقی رہے، ان کے بارے میں جو کچھ واقعات پیش آئے ان میں طویل گفتگو و عجیب واقعہ ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں کتب صحاح سے کچھ تفصیل نقل کی جائے، کیونکہ اس مسئلے میں گفتگو بڑی شہرت رکھتی ہے، خواص و عوام کی زبان پر جاری ہے اور بہت سے لوگوں کے فہم میں اس کی بنا پر خلل واقع ہوا ہے، اگر چہ سلسلۂ کلام طویل ہو جائے گا (تاہم اس مسئلے کی تفصیل ضروری ہے) جس طرح ہم نے ایسے خصوصی مسائل میں شرح و بسط سے کلام کیا ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی راہ راست کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

صحیح بخاری میں بواسطہ امام زہری حضرت مالک بن اوس الحدثان سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے مجھے بلایا، میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کا خادم "یرفاء" حاضر ہوا اور کہنے لگا، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت

زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ دروازے پر اجازت کے منتظر ہیں، اجازت دیں تو حاضر ہو جائیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا ”ہاں! انہیں بلا لاؤ“ کچھ دیر ٹھہر کر یرفاء پھر حاضر ہوئے اور کہنے لگے ”حضرت عباس اور حضرت علیؓ اجازت طلب کرتے ہیں، اجازت ہو تو انہیں بھی بلا لوں، فرمایا! انہیں بھی بلا لو“۔

دونوں حضرات تشریف لے آئے تو حضرت عباس نے کہا ”امیر المؤمنین! میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں“ ان کا اموالِ فیئ میں اختلاف تھا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بنی نضیر سے دلوائے تھے، حضرت عباس اور حضرت علی میں تلخ کلامی بھی ہوئی، دوسرے صحابہ جو تشریف فرما تھے انھوں نے کہا ”امیر المومنین! ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں اور ان کا اختلاف رفع کریں“ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”ذرا ٹھہریے صبر کیجئے! میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ہم گروہِ انبیا وراثت نہیں چھوڑتے، ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے“۔ تشریف فرما صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ”ہاں رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے“ حضرت عمر نے حضرت عباس و علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”میں تمہیں خداوند قدوس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح فرمایا ہے“ حضرت عباس اور حضرت علی نے کہا ”ہاں فرمایا ہے“۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا ”میں تمہیں اس حقیقت کی اطلاع دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس فیئ میں سے ایک چیز کے ساتھ مختص کیا ہے جو آپ کے سوا کسی کو نہیں دی“ پھر یہ آیت مبارکہ پڑھی ”وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ (الحشر، ٦)“ اور جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو ان سے تو تم نے ان پر نہ اپنے

گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ) یہ اموال خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے خدا کی قسم! آپ نے وہ اموال اپنے پاس جمع نہیں کئے اور تم سے بچا کر نہیں رکھے بلکہ وہ اموال آپ حضرات میں تقسیم کئے یہاں تک کہ ان کا کچھ حصہ باقی بچ جاتا باقی مال لے کر وہاں خرچ فرماتے جہاں اللہ تعالیٰ کا مال صرف فرماتے یعنی کارہائے خیر اور مسلمانوں کی ضروریات میں خرچ کر دیتے رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اسی پر عمل کیا پھر آپ کا وصال ہو گیا حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا کہ "میں رسول اللہ ﷺ کا ولی اور خلیفہ ہوں" چنانچہ انہوں نے ان اموال کو قبضے میں لے کر اسی طرح صرف کیا جس طرح رسول اللہ ﷺ صرف کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت عمر ؓ نے حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا" آپ حضرات اس وقت حضرت ابوبکر ؓ کا ذکر برائی کے ساتھ کرتے تھے کہ ابوبکر ؓ اس عمل میں ایسے ہیں جیسے کہ تم کہتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ اس کام میں سچے، نیکوکار حق کے پیروکار اور راہ راست پر تھے، پھر قضائے الٰہی نے حضرت ابوبکر ؓ کو آلیا اور میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کا ولی اور خلیفہ ہوں میں نے اس مال پر قبضہ کیا اور اپنی خلافت کے دو سال تک وہی عمل کیا جو رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس بات میں سچا اس معاملے میں نیکوکار، حق کا پیروکار اور راہ راست پر ہوں، دو سال کے بعد آپ دونوں حضرات میرے پاس آئے، آپ دونوں کی بات ایک تھی، میں نے آپ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم وراثت چھوڑ کر نہیں جاتے، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ ہے"۔

میں نے فیصلہ کیا کہ وہ مال آپ کے سپرد کر دوں میں نے کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں یہ مال اس شرط پر آپ کے حوالے کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے معاہدہ کریں کہ آپ اس میں وہی عمل

کریں گے جو رسول اللہ ﷺ، حضرت ابو بکر صدیق اور میں نے خلیفہ بنائے جانے کے بعد کیا (مطلب یہ کہ زمین آپ کی ملکیت نہ ہوگی، البتہ آپ اس سے نفع حاصل کریں گے) اور اگر آپ حضرات کو یہ شرط منظور نہیں ہے تو آئندہ اس سلسلے میں میرے ساتھ بات نہ کریں، ان حضرات نے کہا، زمین ہمارے سپرد کردیں ہمیں یہ شرط منظور ہے۔

اب کیا آپ یہ فرمائش کرتے ہیں اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اس کے خلاف فیصلہ کروں؟ تو خداوند قدوس کی قسم! جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، میں قیامت تک کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کروں گا، اگر آپ حضرات اس کام سے عاجز ہیں اور اسے سرانجام نہیں دے سکتے تو آپ میرے سپرد کردیں، میں خود مشقت اٹھاؤں گا اور آپ حضرات کو مشقت اٹھانے سے بے نیاز کردوں گا۔ اس حدیث کے راوی امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث حضرت عروہ بن زبیر سے بیان کی تو انہوں نے کہا مالک بن اوس نے درست کہا، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات نے حضرت عثمان غنی کو اس مال میں سے حصہ وراثت طلب کرنے کے لئے حضرت ابو بکر کے پاس بھیجا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بطور فیئ عطا فرمایا تھا، میں نے امہات المومنین کی تردید کی اور کہا کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تمہیں علم نہیں ہے؟ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے"۔

محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت اسی مال سے کھائیں گے، چنانچہ امہات المومنین نے وراثت کے مطالبے سے اس حدیث کی بناء پر رجوع کرلیا جو میں نے انہیں بیان کی، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ صدقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، انہوں حضرت عباس کو اس سے روک دیا اور اس پر غلبہ پالیا، پھر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اس کے بعد حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ

کے منتقل ہوا، ان سے حضرت علی بن حسین (زین العابدین) اور حضرت حسن بن حسن کو، وہ دونوں باری باری اسے تصرف میں لاتے تھے، ان سے حضرت زید بن حسن کو ملا، سلام اللہ علیہم اجمعین، یہ رسول اللہ ﷺ کا صدقہ تھا، یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی جس کا ہم (شیخ محقق) نے لفظ بلفظ (فارسی) ترجمہ کیا ہے، امام بخاری کتاب المغازی اور کتاب الخمس میں بھی یہ حدیث، کسی قدر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ لائے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عروہ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے، ان کا مطالبہ یہ تھا کہ فدک کی زمین اور خیبر کے حصہ سے انہیں وراثت دی جائے حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل اس میں سے کھائے گی، خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے تعلق اور ان کے حق کی پاسداری مجھے اپنے رشتہ داروں کے تعلق اور ان کے حق کی پاسداری وصلہ رحمی سے زیادہ محبوب ہے۔

"جامع الاصول" میں یہی حدیث امام بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی روایت سے لائے ہیں، انہوں نے کہا کہ امام ابوداؤد نے فرمایا، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حضرت عمر ؓ سے یہ مطالبہ تھا کہ یہ مال اُن کے درمیان نصف نصف تقسیم کردیں اور ان کے سپرد کردیں، ایسا نہیں تھا کہ انہیں نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا علم نہیں تھا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے، وہ صحیح صورت کا ہی مطالبہ کر رہے تھے (کہ بطور ملکیت نہیں بلکہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے ہمارے حصے الگ الگ کردیں)۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا "میں نہیں چاہتا کہ اس جگہ تقسیم کا لفظ استعمال کروں جس سے ملکیت اور ہر ایک کے اپنے حصے میں مستقل ہونے کا پتہ چلے، میں اسے اسی حال پر چھوڑتا ہوں

جس پر وہ ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے دلیل پیش کی اور صاحب جامع الاصول نے اسی طرح حدیث بیان کی جس طرح کتاب میں مذکور ہے، نیز حضرت ابی بن کعب سے حضرت مغیرہ بن شعبہ صکی کتاب میں بیان کردہ روایت کی مثل حدیث بیان کی۔

امام بخاری، کتاب الخمس میں حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سے مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مال بطورِ فیئ رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا تھا اور جسے حضور ﷺ چھوڑ گئے ہیں اس میں سے میرا حصہ میراث مجھے دیا جائے"۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کوئی ہمارا وارث نہیں بنتا جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"۔ حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو چھوڑ دیا اور یہ سلسلہ ان کے وصال تک جاری رہا نبی اکرم ﷺ کے بعد حضرت فاطمہ چھ مہینے اس دنیا میں رہیں حضرت عائشہ نے فرمایا کہ "حضرت فاطمہ کا حضرت ابو بکرؓ سے مطالبہ یہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ خیبر، فدک اور مدینہ منورہ میں موجود صدقہ میں سے جو چھوڑ گئے ہیں، اس میں سے میرا حصہ دیا جائے" حضرت ابو بکرؓ نے انکار کیا اور فرمایا کہ "جس عمل کو رسول اللہ ﷺ انجام دیا کرتے تھے میں اس میں سے کسی چیز کو بھی ترک نہیں کروں گا میں وہی عمل کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے عمل سے میں نے کسی چیز کو بھی چھوڑ دیا تو مجھے خوف ہے کہ میں راہ حق سے دور ہو جاؤں گا" حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ کا صدقہ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سپرد کر دیا خیبر اور فدک کا حصہ اپنے پاس محفوظ رکھا انہوں نے فرمایا کہ "یہ رسول اللہ ﷺ کے صدقات ہیں جو نبی اکرم ﷺ کو پیش آنے والے حقوق میں صرف کیے جاتے تھے، آپ نے وہ صدقات امیر المؤمنین کے سپرد فرما چنانچہ وہ اموال آج تک اسی حال پر ہیں۔ جامع الاصول میں یہ حدیث امام بخاری، مسلم

،ابوداؤداورنسائی کے حوالے سے حضرت عائشہ سے بعض الفاظ کے اختلافات کے ساتھ روایت کی۔ترمذی شریف کے باب میراث النبی ﷺ میں حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ زہرارضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آئیں اور کہا" اگر آپ فوت ہو جائیں تو آپ کا وراث کون ہوگا؟" انہوں نے کہا کہ" میری اولاد" حضرت فاطمہ نے فرمایا" تو میں اپنے والد ماجد ﷺ کی وارث کیوں نہیں؟" تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا" میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا" کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے، ہاں! میں اس شخص کی غمخواری کروں گا جس کی غمخواری رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، اور میں اس پر خرچ کروں گا جس پر نبی اکرم ﷺ خرچ فرمایا کرتے تھے"۔

امام ابوداؤد حضرت ابوالطفیل ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ وراثت کے مطالبہ کے لئے حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئیں حضرت ابوبکر ؓ نے کہا" میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ" جب اللہ تعالیٰ کسی پیغمبر کو موت کا ذائقہ چکھائے تو وہ مال اس کے لئے ہے جو اُن کا قائم مقام ہو"۔

بخاری، مسلم، موطا اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد امہات المؤمنین نے وراثت کا مطالبہ کرنے کے لئے کسی کو بھیجنے کا ارادہ کیا، حضرت عائشہ نے کہا" نبی اکرم ﷺ نے نہیں فرمایا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے" امام ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا" کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ ہم وراثت نہیں چھوڑتے ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے یہ مال ہمارے ہاتھ میں ہے جب ہم دنیا سے رحلت کر جائیں گے تو یہ مال اس کے ہاتھ میں ہوگا جو ہمارے بعد خلیفہ ہوگا"۔اس قسم کی یہ روایات صحاح ستہ میں متعدد سندوں سے مروی ہیں اور جتنی روایات ہم نے بیان کی ہیں وہی کافی ہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث شریف ''لا نُورِثُ ما ترکناہُ صَدَقَۃٌ '' کوئی ہمارا وارث نہیں بنتا جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے، اور نبی اکرم ﷺ کے اموال کا مسلمانوں اور ان کی ضروریات میں مشترک ہونا اور ان اموال کا خلیفہ وقت کے سپرد ہونا صحابہ کرام یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک متفق علیہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ لیکن اس جگہ اشکال یہ ہے کہ اگر ان اموال کا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنا درست تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلی بار مطالبے پر اموال ان کے سپرد کیوں نہ کر دیئے؟ اور اگر یہ درست نہیں تھا تو بعد میں کیوں ان کے سپرد کئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے وہ اموال ان حضرات کو بطورِ ملکیت نہیں دیئے جیسے کہ ان کا مطالبہ تھا بعد میں بطور تصرف اور تولیت کے انہیں دے دیئے، جس طرح نبی اکرم ﷺ تصرف فرماتے تھے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں، یہ معاملہ پیچیدہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ صدقہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی بیان کردہ شرط کے مطابق لے لیا انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ نبی اکرم ﷺ کی وراثت نہیں ہے، اکابر مہاجرین صحابہ نے بھی گواہی دی، پھر انہیں کیا خیال آیا کہ دوبارہ مقدمہ پیش کر دیا اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کو تولیت میں شراکت دشوار نظر آئی، تو انہوں نے تقسیم کا مطالبہ کر دیا تا کہ ہر ایک اپنے حصے میں تصرف اور انتظام کرنے میں مستقل ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تقسیم سے منع کر دیا تا کہ وہ زمین ملکیت نہ کہلانے لگے، کیونکہ تقسیم مملوکہ اشیاء میں ہوتی ہے، کچھ مدت گزرنے کے بعد ملکیت کا گمان کیا جائے گا، اسی طرح محدثین نے فرمایا ہے۔

اس واقعے کا مشکل ترین پہلو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معاملہ ہے کیونکہ اگر کہا جائے کہ انہیں اس سنت کا علم نہیں تھا تو یہ بعید ہے اور اگر کہا جائے کہ ہو سکتا ہے انہیں نبی اکرم ﷺ سے اس حدیث کے سننے کا اتفاق نہ ہوا ہو، تو اشکال پیدا ہو گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے

حدیث سننے اوراس پر صحابۂ کرام کی گواہی کے بعد کس طرح انہوں نے حدیث کو قبول نہ کیا؟اور کیسے ناراض ہوئیں؟اور اگر ناراضگی حدیث کے سننے سے پہلے تھی تو بعد میں ناراضگی کیوں ختم نہ کی؟یہاں تک کے ناراضگی نے طول کھینچااور آخری دم تک حضرت ابو بکر ؓ کو چھوڑے رکھا،جیسے کہ حدیث میں ہے۔

علامہ کرمانی نے شرح بخاری میں فرمایا حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ناراضگی تقاضائے بشریت تھی جو بعد میں جاتی رہی،چھوڑ دینے سے مراد ملاقات سے طبعی انقباض اور کوفت ہے،وہ ترک تعلق مراد نہیں جو حرام ہے مثلاً سلام نہ کرنا وغیرہ۔(کرمانی)

احادیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق،حضرت فاطمہ کے جنازے میں حاضر نہ ہوئے اور نہ ہی انہیں اطلاع ملی،بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے وصیت کی تھی کہ ابو بکر ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں،محدثین فرماتے ہیں کہ یہ بات غلط اور افتراء ہے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ وصیت کس طرح کرسکتی ہیں؟جب کہ سلطان وقت،نماز جنازہ کا زیادہ حق رکھتا ہے،اسی لئے حضرت امام حسین ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے مقرر کردہ مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم کو حضرت امام حسن ؓ کی نماز جنازہ پڑھانے دی اور فرمایا، اگر شریعت کا حکم نہ ہوتا تو تمہیں ان کی نماز جنازہ پڑھانے نہ دیتا۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء کی نمازِ جنازہ رات کے وقت تھی اس لئے حضرت ابوبکر کو اس کا علم نہ ہوسکا،یہ بات بعید ہے کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس اس وقت حضرت ابوبکر ؓ کے نکاح میں تھیں اور حضرت اسماء نے حضرت فاطمہ زہرا کے غسل اور تجہیز وتکفین کا انتظام کیا،یہ بعید بات ہے کہ حضرت ابوبکر ؓ کی اہلیہ محترمہ حاضر ہوں اور انہیں علم ہی نہ ہو،حضرت ابوبکر ؓ کے علم کا اس روایت سے صراحۃً ثبوت ملتا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ''مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ مجھے میری وفات کے بعد مردوں کے سامنے پردے کے بغیر لایا جائے''۔

رواج یہ تھا کہ عورتوں کو بھی اسی طرح باہر لاتے تھے جس طرح مردوں کو باہر لاتے تھے، ان کے لئے خصوصی پردے کا اہتمام نہیں ہوتا تھا، حضرت اسماء بنت عمیس نے فرمایا اور ایک روایت کے مطابق حضرت اُم سلمہ نے بھی فرمایا کہ ''ہم نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ میت کے لئے کھجور کی شاخوں سے کجاوے کی طرح باہر جگہ بناتے ہیں ہم آپ کے لئے بھی ایسا ہی انتظام کریں گے'' چنانچہ ان کے سامنے پردہ تیار کیا گیا جسے دیکھ کر آپ مسکرائیں اور خوشی کا اظہار کیا حالانکہ نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد غم واندوہ کی شدت کی بناء پر کسی نے انہیں مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس کو وصیت کی کہ ''غسل اور تجہیز و تکفین کا انتظام تم کرنا اور علی مرتضٰی تمہاری مدد کریں گے، اور کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا''۔

جب حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا تو حضرت عائشہ آئیں، وہ حضرت فاطمہ کے پاس جانا چاہتی تھیں لیکن حضرت اسماء نے انہیں روک دیا، حضرت عائشہ نے حضرت ابوبکر ﷛ کے پاس شکایت کی اور کہا کہ ''اس ''خثعمیہ'' کو کیا ہوا ہے جو ہمارے اور رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے درمیان حائل ہو رہی ہے اور مجھے ان کے پاس جانے سے روک رہی ہے؟ نیز اس نے حضرت فاطمہ کے جنازہ کے لئے ایسا پردہ تیار کیا ہے جیسے دلہن کا کجاوہ ہو ،حضرت ابوبکر ﷛ حضرت فاطمہ کے دروازے پر آئے اور کہنے لگے اسماء! تجھے کیا ہوا ہے کہ تو رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کو آپ ﷺ کی صاحبزادی کے پاس جانے سے روک رہی ہے اور تم نے ان کے لئے دلہن کے کجاوے کی طرح کیا چیز تیار کی ہے؟''۔

حضرت اسماء نے کہا کہ ''مجھے حضرت فاطمہ نے حکم کیا تھا کہ ان کے وصال کے بعد کسی کو ان کے پاس نہ آنے دوں اور جو کچھ میں نے تیار کیا ہے وہ بھی ان کے حکم سے تیار کیا ہے اور انہیں دکھایا تھا تو وہ خوش ہوئیں تھیں'' حضرت ابوبکر ﷛ نے فرمایا ''وہی کچھ کرو جس کا انہوں نے تمہیں حکم دیا ہے اور کوئی حرج نہیں ہے''۔

اس واقعے سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر ﷛ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کے وصال کا علم ہوا تھا، بعض محدثین فرماتے ہیں، ہوسکتا ہے حضرت ابوبکر کو وصال کا علم ہوا ہو، اوران کا ارادہ بھی جنازہ میں شمولیت کا ہو لیکن چونکہ حضرت علی ﷺ نے اسے مخفی رکھا اور حضرت ابوبکر ﷺ کو اطلاع نہ دی اور نہ ہی ان کے پاس کسی کو بھیجا تو حضرت ابوبکر ﷺ نے محسوس کیا کہ مخفی رکھنے میں حضرت علی ﷺ کی کوئی مصلحت ہے، اس لئے انہوں نے حضرت علی ﷺ کی رضا اور مصلحت کے خلاف راستہ اختیار نہ کیا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا''ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر ﷺ اس انتظار میں رہے ہوں کہ حضرت علی ﷺ انہیں یاد کریں گے تو حاضر ہو جائیں گے اور حضرت علی ﷺ کا خیال ہو کہ حضرت ابوبکر ﷺ بلائے بغیر آ جائیں گے اس طرح وقت گزر گیا پھر رات بھی تھی ۔اسی طرح علامہ سمہودی نے'' تاریخ مدینہ'' میں بیان کیا، بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت ابوبکر ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور دھوپ میں ان کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور ان کے سامنے معذرت پیش کی اور کہا'' خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی قرابت میرے نزدیک اپنی قرابت سے زیادہ محبوب اور لائق احترام ہے لیکن میں کیا کروں؟ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے اور صحابۂ کرام اس کے گواہ ہیں' چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہو گئیں، اس واقعے کے سلسلے میں بہت جھوٹی اور بے سر و پا باتیں بھی کی جاتی ہیں جو قابلِ وثوق اور لائق اعتماد نہیں، اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال جانتا ہے۔(اشعۃ اللمعات، کتاب الجہاد، باب الفئی، فصل ثانی، ج، 5، صفحہ 355،348)

☆الحمد للہ کہ یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی، اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو اس کی برکت سے ہدایت عطا فرمائے اور اہل حق کے قلوب کو اس سے جلا نصیب فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

"ابو محمد اعجاز احمد بن بشیر احمد بن محمد شفیع القادری الادریسی"

غفر لہ ولوالدیہ واحسن الیہم والیہ

ماخذ مراجع

1	قرآن مجید	ترجمہ کنزالایمان	
2	صحیح بخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256ھ	دارالکتاب العربی
3	مسلم شریف	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی 261ھ	دارطیبہ، ریاض
4	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ متوفی 279ھ	مکتبۃ المعارف، ریاض
5	سنن ابوداؤد	امام سلیمان بن اشعث بجستانی متوفی 275ھ	مکتبۃ المعارف، ریاض
6	سنن نسائی	امام احمد بن شعیب نسائی متوفی 303ھ	مکتبۃ المعارف، ریاض
7	سنن ابن ماجہ	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی متوفی 273ھ	مکتبۃ المعارف، ریاض
8	مستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ متوفی 405ھ	دارالحرمین، مصر
9	فتح الباری	امام احمد ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ	دارالمعرفۃ، بیروت
10	نوادرالاصول	امام ابوعبداللہ محمد بن علی حکیم ترمذی متوفی	مکتبہ امام بخاری، مصر
11	صحیح ابن خزیمہ	امام ابوبکر محمد بن اسحاق متوفی 741ھ	المکتب الاسلامی، بیروت
12	مشکوۃ شریف	امام ولی الدین تبریزی متوفی 741	المکتب الاسلامی، بیروت
13	مسند الفردوس	امام ابوشجاع شہرویہ دیلمی متوفی 509ھ	دارالکتب العلمیہ
14	معجم کبیر	امام ابوالقاسم سلیمان طبرانی متوفی 360ھ	مکتبہ ابن تیمیہ، مصر
15	شرح اعتقاد اہل السنہ	امام ابوالقاسم ہبۃ اللہ متوفی 418ھ	دارطیبہ، ریاض
16	سنن کبریٰ	امام احمد بن شعیب نسائی متوفی 303	دارالکتب العلمیہ، بیروت
17	حلیۃ الاولیاء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی 430ھ	دارالکتب العلمیہ
18	مجمع الزوائد	امام ابوالحسن نورالدین ہیثمی متوفی 807ھ	دارالکتاب العربی
19	مسند ابویعلیٰ	امام احمد بن علی موصلی تمیمی متوفی 307ھ	دارالمامون للتراث
20	مسند امام احمد	امام احمد بن حنبل متوفی 241ھ	مؤسسۃ الرسالہ
21	مرقاۃ المفاتیح	امام ملا علی قاری حنفی متوفی 1014ھ	مکتبہ امدادیہ، ملتان

22	التمہید	امام علامہ ابوشکور محمد بن سعید سالمی	فرید بک سٹال، لاہور
23	مکتوبات مترجم	شیخ احمد سرہندی فاروقی متوفی ۱۰۳۴ھ	پروگریسو بکس، لاہور
24	مکتوبات فارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی
25	مکتوبات مترجم	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
26	اشعۃ اللمعات فارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
27	اشعۃ اللمعات مترجم	علامہ سعید احمد و عبدالحکیم شرف قادری	فرید بک سٹال، لاہور
28	مدارج النبوۃ فارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
29	مدارج النبوۃ مترجم	علامہ اشرف نقشبندی	مکتبہ اسلامیہ، لاہور
30	اخبار الاخیار، فارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی
31	اخبار الاخیار مترجم	سبحان محمود محمد فاضل	مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
32	تکمیل الایمان مترجم	علامہ غلام معین الدین نعیمی	مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور
33	ماثبت من السنہ مترجم	علامہ غلام معین الدین نعیمی	فرید بک سٹال، لاہور
34	شرح سفر السعادۃ فارسی	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر
35	مرج البحرین	شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	ایجوکیشنل پریس، کراچی
36	کشف الالتباس مترجم	علامہ مفتی عطاء اللہ نعیمی	جمعیت اشاعت اہل سنت
37	تحصیل التعرف مترجم	علامہ عبدالحکیم شرف قادری	مکتبہ قادریہ، لاہور
38	زبدۃ الآثار مترجم	علامہ اقبال احمد فاروقی	مکتبہ نبویہ، لاہور
39	جذب القلوب مترجم	منیر رضا قادری	شبیر برادرز، لاہور
40	حیات شیخ عبدالحق	خلیق احمد نظامی	ندوۃ المصنفین، انڈیا
41	مقالات امینیہ	مفتی محمد امین نقشبندی	تبلیغ الاسلام، فیصل آباد
42	چودھویں صدی کے مجدد اعظم	علامہ ظفر الدین بہاری	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور